بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

خدام الدین

ہفت روزہ
لاہور
پاکستان

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور

30/31

عاشقانِ الٰہی

دین میں خشکی اور سختی کی راہ اختیار کرنے والوں سے میں پوچھتا ہوں اور واعظوں عابدوں اور ان کنج نشینوں سے سوال ہے جو خانقاہوں میں بیٹھتے ہیں کہ۔ بہ جبر اپنے اوپر دین کو عائد کرنے والو! تمہارا کیا حال ہے؟ ہر بری بھلی بات ہر رطب و یابس تمہارا ایمان ہے۔ لوگوں کو تم جعلی اور گھڑی ہوئی باتوں کا وعظ سناتے ہو۔ اللہ کی مخلوق پر تم نے زندگی تنگ کر چھوڑی ہے۔ حالانکہ تم تو (اے امتِ محمدیہ) اس لئے پیدا ہوئے تھے کہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچاؤ گے نہ کہ ان کو دشواریوں میں مبتلا کرو گے۔ تم ایسے لوگوں کی باتیں دلیل میں پیش کرتے ہو جو بیچارے مغلوب الحال تھے اور عشق و محبتِ الٰہی میں عقل و حواس بھی کھو بیٹھے تھے — حالانکہ اہلِ عشق کی باتیں وہیں کی وہیں رکھ دی جاتی ہیں نہ کہ ان کا چرچا کیا جاتا ہے —

مجددِ ملت امام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

۸ نومبر ۱۹۹۵ء

مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

ہدیہ ۲/- روپے

احادیث الرسول ﷺ

مرتب: ندیم احمد القاسمی

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الایمان. فقال اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک فانت مومن. قال یا رسول اللہ فما الاثم فقال اذا حاک فی نفسک شیئ فدعہ.

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ ایمان کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہیں تمہاری نیکی خوش کر دے اور تمہاری برائی تمہیں بری معلوم ہو تو تم مومن ہو۔ اس نے پھر پوچھا کہ گناہ کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی چیز تمہارے دل میں تردد پیدا کرے اور مشتبہ معلوم ہو تو اسے چھوڑ دو۔

تشریح: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے اندر مومن کا معیار متعین فرما دیا ہے کہ صرف کلمہ پڑھ لینے سے آدمی مکمل مومن نہیں ہو جاتا بلکہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد آدمی کے اندر وہ نورِ ایمانی پیدا ہونا چاہئے جس کی وجہ سے ہر بری چیز اسے بری لگنے لگے اور ہر کارِ خیر بھلا معلوم ہونے لگے اور یہ چیز ذکرِ الٰہی اور مواظبت علی الطاعۃ سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے جملہ حدیث کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیغام دیا ہے کہ سب سے بڑا مفتی خود تمہارا دل ہے جو بھی کام کرو اس کی مرضی سے کرو اور کسی کام میں تردد ہو کہ نہ جانے یہ کام اچھا ہے یا برا تو اسے چھوڑ دو کیونکہ یہی احتیاط کا تقاضہ ہے۔

❁

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی رجل من الانصار وھو یعظ اخاہ فی الحیاء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعہ فان الحیاء من الایمان

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک آدمی کے پاس سے گذرے جو اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو بے شک حیاء ایمان میں سے ہے۔

تشریح: حدیث کے اندر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے فرمایا کہ حیا اور شرم کے ترک کے لئے دوسروں کو تلقین نہ کیا کرو کیونکہ حیاء ایمان کے تقاضوں میں سے ہے۔ آج کل لوگ بے حیائی اور بے شرمی کو اچھا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بڑے صاف دل کا مالک ہے جو دل میں آتا ہے کہہ دیتا ہے اور شرم والوں کو تنگ نظروں سے دیکھتے ہیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ کسی کی حیا اس کے لئے باعث ملامت نہیں بلکہ باعث تقلید ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۳۱

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
عبد الرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی: ۲/- روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے ۸۰/- روپے
ششماہی ۲۶ شمارے ۴۵/- روپے

۱۸ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ

نقطۂ نظر

عام انتخابات اور ان کے ضروری تقاضے

ملک میں اس وقت غیر جماعتی انتخابات کے لئے کاغذاتِ نامزدگی داخل ہونے کے بعد ان کی چھان بین کا مرحلہ ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ سیاسی جماعتوں کی طرف سے غیر جماعتی انتخابات کے بائیکاٹ اور حکومت کی طرف سے سیاسی جماعتوں کو مطمئن کرنے کے لئے متنوع اقدامات اور یقین دہانیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ان سطور کی اشاعت تک شاید حالات کوئی واضح صورت اختیار کر چکے ہوں لیکن تا دمِ تحریر تذبذب اور بے یقینی کی گہری دھند چھائی ہوئی ہے جس نے ہر محب وطن شہری کو پریشانی اور انجانے خدشات سے دوچار کر رکھا ہے۔

اس موقع پر ہم صرف اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انتخابات کا مقصد عام طور پر ملک کے عوام کو اقتدار میں شریک کرنا اور حکومت کی تشکیل اور پالیسیوں میں انہیں شامل کرنا ہوتا ہے۔ اگر انتخابات کا مقصد فی الواقع یہی ہے کہ عوام، ان کے مسلّمہ راہنماؤں اور معروف سیاسی حلقوں کو اعتماد میں لئے بغیر کرائے جانے والے انتخابات سے یہ مقصد کسی صورت حاصل نہیں ہو سکتا۔ سیاسی جماعتوں کی کمزوریوں، عیوب اور کوتاہیوں کا

ناشر: مولانا عبید اللہ انور • مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور • مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ڈھنڈورا کتنا عرصہ ہی پیٹ لیا جائے پھر بھی ان کی نمائندہ حیثیت اور رائے عامہ پر ان کے مسلّمہ اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا جس پر گذشتہ سات سالہ عمل شاہدِ عدل ہے۔

اس لئے حکمران طبقہ اگر واقعۃً اقتدار عوام کے صحیح نمائندوں کو منتقل کرنے کے وعدہ میں مخلص ہے تو اس کا راستہ صرف یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء کے دستور کے تحفّظ اور ملکی بحالی کے اصول کو تسلیم کرتے ہوئے جماعتی بنیادوں پر انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا جائے۔

جتوئی صاحب کے تازہ ارشاد کے بعد

گذشتہ سے پیوستہ شمارہ میں جمعیۃ علماء اسلام کی ان دینی شرائط کا ذکر کیا گیا تھا جو ایم آر ڈی یا کسی بھی سیاسی اتحاد میں شمولیت کے لئے ملک کے سرکردہ اہل علم کی طرف سے پیش کی گئی ہیں اور جن کے ضروری ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ایک استفتاء پر پاکستان کے چوٹی کے مفتیان کرام شرعی دلائل کی روشنی میں اپنے فتاوی مرتب کر رہے ہیں۔

اسی دوران ایم۔آ۔ڈی کے ایبٹ آباد کے اجلاس (منعقدہ ۱۸، ۱۹ر جنوری) کے حوالہ سے یہ خوشگوار خبر اخبارات میں شائع ہوئی کہ ایم۔آر۔ڈی نے اسلامی نظام کو پاکستان کا بنیادی نظریۂ حیات قرار دیتے ہوئے دینی معاملات میں علماء کی رائے کو فوقیت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس خبر پر سنجیدہ حلقوں میں ایک حد تک اطمینان کا اظہار کیا گیا کہ قومی سیاست میں دینی رجحانات کی بالادستی کی ضرورت کو ایم۔آر۔ڈی کے حلقوں میں بالآخر تسلیم کر لیا گیا ہے ——— لیکن مذکورہ بالا اجلاس میں اسلامی نظام کے حق میں مبینہ قرارداد کی منظوری کے چار روز بعد ہی روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی میں ایم۔آر۔ڈی کی سب سے بڑی جماعت پی پی پی کے ایک ذمہ دار راہنما جناب غلام مصطفیٰ جتوئی نے جنہیں ایم۔آر۔ڈی کا مستقل سربراہ بنانے کی تجویز منظوری کے آخری مراحل میں ہے یہ کہہ کر خود ہی اس قرارداد کی نفی کر دی ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر نہیں بلکہ صرف اقتصادی تقاضوں کے تحت وجود میں آیا ہے۔ چنانچہ نوائے وقت کے رپورٹر کے بقول

"مسٹر جتوئی نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ پاکستان مذہب کے نام پر نہیں بلکہ اقتصادی تقاضوں کے تحت وجود میں آیا تھا۔ اور پاکستان کا مطلب کیا والا نعرہ ہم نے کبھی نہیں سنا تھا۔"

(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۳ جنوری ۱۹۸۵ء صفحہ آخر کالم)

ہمارے خیال میں جتوئی صاحب کے اس تازہ ارشاد کے بعد ان حضرات کو اپنے مؤقف پر ایک بار پھر سنجیدگی کے ساتھ غور کر لینا چاہئے جو ایم۔آر۔ڈی میں شمولیت کو دینی و سیاسی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ خیال کئے ہوئے ہیں اور ملک کی سب سے بڑی دینی قوت جمعیۃ علماء اسلام کو ہر قیمت پر مشرف بہ ایم۔آر۔ڈی کرنے پر مُصِر ہیں۔

راشد

خدام الدین دینی تبلیغی اصلاحی ہفتہ وار پرچہ ہے اس کی توسیع اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں۔ کارِ ثواب ہے۔

مجلسِ ذکر

توکّل

مرتب
محمد عثمان غنی بی اے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم !!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
فتوکّل علی اللہ ط ان اللہ یحبّ المتوکلین ط (آل عمران ع ۸)

ترجمہ: "پس اعتماد کر اوپر اللہ کے، تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے توکل کرنیوالوں کو"

تمہید

بزرگانِ محترم! حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں ہفتے میں ایک رات یعنی ہر جمعرات کو یہ مجلسِ ذکر منعقد ہوتی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے متوسلین تو اس قدر ذوق و شوق سے تشریف لاتے ہیں کہ اگر وہ اس ذکر کی مجلس میں شامل نہ ہوں گے تو بہت بڑا نقصان اٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس شوق کو قبول فرمائے اور نئے احباب کو بھی یہی ذوق عطا فرمائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیض ہے جو آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ انہوں نے ہزاروں کو قرآن پڑھایا اور لاہور کو اپنا مرکز بنایا، ان کی ساری زندگی اسی لگن میں بسر ہوئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں کامیابی کا بہت بڑا گُر ہے انقطاع عن الخلق و احتیاج الی اللہ جو اس نسخہ پر عمل کریگا وہ کامیاب ہو گا، یعنی انسان لوگوں سے کٹے اور اللہ کی محتاجی کا خُوگر ہو، پھر اس کی طرف سے ہر مشکل آسان ہو گی، کیونکہ ؎

دوستاں را کجا کُنی محروم
تُو کہ با دشمناں نظر داری

آج ہر کوئی مال سمیٹنے کی فکر میں مگن ہے اور یادِ خدا کی فکر ہی نہیں ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا انتخاب

اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کے لیے احد کو سونے کا پہاڑ بنا دیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الفقر فخری "اے اللہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میں تو فقر پر ہی خوش ہوں"۔ الدنیا جیفۃٌ و طالبھا کلابٌ "یہ دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کُتّے ہیں"۔

توکّل کا مفہوم

توکّل کا مفہوم ہاتھ توڑ کر بیٹھ رہنا نہیں ہے، بلکہ اپنی طرف سے انسان رزقِ حلال کی طلب میں مقدور بھر سعی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو فاسعوا الی ذکر اللہ اللہ کے ذکر کی طرف لپکو، لیکن

پھر اس کے بعد زمین میں رزق کی تلاش کے لیے پھیل جاؤ۔ یہ طلب رزق بھی فریضۃ بعد الفریضۃ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تجارت کی ہے اور فرمایا ہے کہ دس میں سے نو حصّے رزق تجارت میں ہے لیکن ہر حال میں مقصود اللہ کی یاد ہونا چاہیئے۔ پیٹ اللہ نے لگایا ہے تو اس کو بھرنے کے لیے رزق ضرور کمایئے مگر خالق کی عبادت نہ چھوٹے۔

وما خلقت الجن والانس الاّ لیعبدون

"اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنّوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے رزق کا وعدہ سب کے لیے کر رکھا ہے۔

وما من دابۃ فی الارض الاّ علی اللہ رزقھا۔

اللہ نے سمندروں میں ایسی ایسی مچھلیاں پیدا فرما رکھی ہیں جو چھ چھ ہاتھی کھا جائیں۔

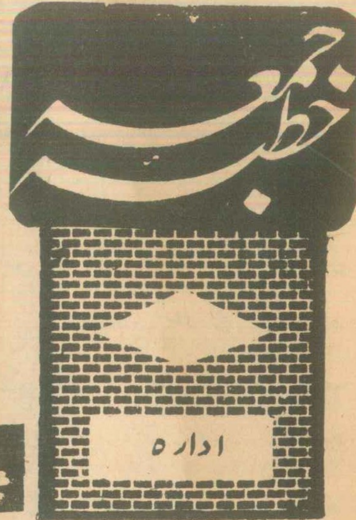
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیا جانتی ہے کہ وہ بہت زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے تھے۔ بچارے کئی کئی دن فاقے سے رہتے تھے اور کمزوری کا یہ عالم تھا کہ نماز میں گر گر جاتے۔ ایک دن سخت بھوک لگی تھی، مانگتے بھی کسی سے نہ تھے۔ کھڑے ہوئے تھے سب صحابہ گذرے مگر کسی نے نہ پوچھا۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھانپ لیا کہ بھوکے ہیں۔ ایک دم گھر گئے، پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ عرض کیا گیا ایک انصاری عورت دودھ کا ایک پیالہ دے گئی ہے، وہ لے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا، اگر پیالہ کوئی اور پی گیا تو میرا پیٹ کیسے بھرے گا؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اصحاب صفّہ پر تقسیم فرمایا، سب نے باری باری پیا، پھر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پیا مگر پیالہ ختم ہونے کو نہ آتا تھا، یہ برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تھی۔

ایک مرتبہ حضور کے گھر میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہدیۃً آیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت پسند تھا، آپ نے اسے سیّد الطعام فرمایا ہے۔ وہ ٹکڑا گھر میں رکھ لیا گیا۔ ایک سائل آیا تو اسے نہ دیا گیا، گھر سے کہا گیا کچھ نہیں ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ گوشت کا ٹکڑا پیش کرنے کے لیے دیکھا تو پتھر بنا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سائل کو غلط جواب کا نتیجہ ہے۔

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت فرمائی تو چند صحابہ بھی ساتھ چلے گئے، سب نے کھانا کھا لیا مگر کھانا ختم نہ ہوا۔ یہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تھے۔

حاصل مقصد عرض کرنیکا یہ ہے کہ اگر ہم خدا کا شکر کریں گے تو وہ اور بڑھا کر دیگا لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم انّ عذابی لشدید۔ انسان کا کام ہے کہ توکّل کا دامن نہ چھوڑے، مقدور بھر سعی کرے اور اگر کسی وقت نتیجہ حسب دلخواہ برآمد نہ بھی ہو تو صبر کرے۔ یہ ہے توکّل کا مفہوم۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متوکّل بننے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)



خدا اور رسول ؐ کی مکمل فرمانبرداری کر کے

نظامِ اسلام پوری طرح نافذ کیجئے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر و المیسر۔۔۔ تا۔۔۔ فان تولّیتم فاعلموا انما علیٰ رسولنا البلاغ المبین ۵

(پ۷ س۵ المائدہ۔آیت۔۹ تا ۹۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطانی کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تم میں دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روکے۔ سو اب بھی باز آ جاؤ اور اللہ اور رسولؐ کا حکم مانو اور بچتے رہو۔ پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو ہمارے رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہی کافی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام "اس آیت سے پہلے بھی بعض آیات خمر (شراب) کے بارہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ اول یہ ہدایت نازل ہوئی۔ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما (بقرہ ۲۷) گو اس سے واضح اشارہ تحریم خمر کی طرف کیا جا رہا تھا مگر چونکہ صاف طور پر اس کے چھوڑنے کا حکم نہ تھا۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا۔ اللّٰھم بیّن لنا بیاناً شافیاً۔ اس کے بعد دوسری آیت آئی۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاریٰ۔ الی آخر الآیۃ (نساء رکوع ۷) اس میں بھی تحریم خمر کی تصریح نہ تھی گو نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہوئی اور یہ قرینہ اسی کا تھا کہ غالباً یہ چیز عنقریب کلیتہً حرام ہونے والی ہے مگر عرب میں چونکہ شراب کا رواج انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اس کا دفعتہً چھڑا دینا مخاطبین کے لحاظ سے سہل نہ تھا اس لیے نہایت حکیمانہ تدریج سے اولاً قلوب

ہیں اس کی نفرت بٹھلائی گئی اور آہستہ آہستہ حکم تحریم سے مانوس کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس دوسری آیت کو سن کر پھر وہ ہی الفاظ کہے اللھم بیّن لنا بیاناً شافیاً آخر کار مائدہ کی یہ آیتیں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں یا ایہاالذین سے فھل انتم منتھون تک نازل کی گئیں جس میں صاف صاف بت پرستی کی طرح اس گندی چیز سے بھی اجتناب کرنے کی ہدایت تھی۔ چنانچہ حضرت عمر فھل انتم منتھون سنتے ہی چلّا اٹھے "انتھینا انتھینا" لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے، خم خانے برباد کر دیے۔ مدینہ کے گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی۔ سارا عرب اس گندی شراب کو چھوڑ کر معرفتِ ربّانی اور محبت و اطاعتِ نبویؐ کی شراب طہور سے مخمور ہو گیا —— اور امّ الخبائث کے مقابلہ پر حضورؐ کا یہ جہاد ایسا کامیاب ہوا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ جس چیز کو قرآن کریم نے اتنا پہلے اتنی شدّت سے روکا تھا آج سب سے بڑے شراب خوار ملک امریکہ وغیرہ اس کی خرابیوں اور نقصانات کو محسوس کرکے اس کے مٹا دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔ فللہ الحمد والمنتہ۔ نقصان کا اندازہ فرمائیے کہ شراب پی کر جب عقل جاتی رہتی ہے تو بعض اوقات شرابی پاگل ہو کر لڑ پڑتے ہیں حتیٰ کہ نشہ اترنے کے بعد بھی بعض دفعہ لڑائی کا اثر باقی رہتا ہے اور باہمی عداوتیں قائم ہو جاتی ہیں۔ یہ ہی حال بلکہ کچھ بڑھ کر جوئے کا ہے اس میں ہارجیت پر سخت جھگڑے اور فساد برپا ہوتے ہیں جس میں شیطان کو اودھم مچانے کا خوب موقع ملتا ہے۔ یہ تو ظاہری خرابی ہوئی اور باطنی نقصان یہ ہے کہ ان چیزوں میں مشغول ہو کر انسان خدا کی یاد اور عبادت الٰہی سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل اور مشاہدہ ہے۔ شطرنج کھیلنے والوں کو ہی دیکھئے نماز تو کیا کھانے پینے اور گھر بار کی بھی خبر نہیں رہتی۔ جب یہ چیز اس قدر ظاہری و باطنی نقصان پر مشتمل ہے تو کیا ایک مسلمان اتنا سن کر بھی باز نہ آئے گا۔ (پھر) اگر کسی چیز کے منافع و مضار کا احاطہ نہ کر سکو تب بھی خدا و رسولؐ کے احکام کا امتثال کرو اور قانون کی خلاف ورزی سے بچتے رہو۔ اگر نہ بچو گے تو ہمارے پیغمبر تم کو قانون و احکام الٰہی کھول کر پہنچا چکے۔ نتیجہ خلاف ورزی کا خود سوچ لو کیا ہو گا۔

حضرات محترم! قرآن مجید نوع انسانی کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات اور اعلیٰ و ارفع اور کامیاب ترین زندگی گذارنے کا بہترین اور بے مثال دستور العمل ہے۔ اس میں بعض باتوں اور کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بعض کاموں اور باتوں سے روکا گیا ہے۔ جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ دنیا و آخرت میں انسان کے لیے کامیابی کے ضامن ہیں اور جن باتوں اور کاموں سے روکا گیا ہے وہ نوع انسانی کے لیے سخت مضر اور دنیا و آخرت کو برباد کرنے والے اور انسان کو ناکامی سے دوچار

کرنے والے ہیں۔

یہ ہدایت نامۂ زندگی ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے موصول ہوا اور وہی اس کلام الٰہی کے مخاطب اوّل ہیں —

پس اے برادرانِ اسلام! ہمارا کام اب یہ ہے کہ اس کتاب ہدایت اور جامع و اکمل دستورِ حیات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے برپا کردہ معاشرہ کے قائم کردہ نقوش و خطوط کی روشنی میں مشعلِ راہ بنائیں اور آپؐ کی عطا کردہ اس روشنی کو چاردانگ عالم میں پھیلا دیں۔

حضرات گرامی! آج کل نظامِ اسلام کے نفاذ، حدود کے اجراء اور شریعت کے احکام جاری کرنے کے غلغلے ہر طرف بلند ہو رہے ہیں، اصلاحِ معاشرہ کے لیے بھی کوششیں جاری ہیں، اور اس حیثیت سے مذکورہ ہدایات، قرآنی اور احکامِ الٰہی پر عمل کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس سے پیشتر کہ قانون کا ڈنڈا ان بیماریوں کا علاج بنے، ہمیں اس سے پہلے ہی معاشرہ سے ان بیماریوں کو نابود کر دینا چاہیئے تاکہ اسلامی نظام کی برکات کا صدور شروع ہو جائے اور معاشرہ

صفحہ ۴۳ سے آگے

یادوں کے دریچے سے

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی

غیور عالمِ دین

عظیم سیاستدان

تھے کہ دس منٹ ختم ہو گئے۔ تو مولانا کی تقریر پورے ایوان پر چھا چکی تھی مخالف موافق سب ممبران پوری توجہ سے آپ کی باتیں سُن رہے تھے تو سپیکر نے کہا۔ آپ اپنا پوائنٹ پورا کر لیں۔

عورتوں کے حقوق کا مسئلہ

مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا "جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محترمہ بیگم صاحبہ نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو تھوڑے حقوق ملے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ عورتوں کو جتنے بھی حقوق ملیں ہمیں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن شریعت پائمال نہیں ہونی چاہیئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آج علماء نے عورتوں کو کیا دیا ہے؟۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کو علم نہیں! سابق صوبہ سرحد میں علماء نے شریعت بل پاس کروا کر عورتوں کو وراثت دلائی ہے اور کلاچی کے ایک بڑے عالم اس تحریک میں شہید بھی ہوئے۔ اس کے علاوہ یہ کاظمی ایکٹ کیا ہے۔ یہ عورتوں کو مختلف تکالیف کی وجہ سے فسخ نکاح کا دعویٰ کرنے کی اجازت کا قانون علماء ہی نے تو منوایا۔ مولانا ہزارویؒ نے مزید فرمایا اگر یہ قانون بنانے والے مخلص ہوتے اور وہ آپ (عورتوں) کی ہمدری کے لیے چاہیئے تھا کہ یہ قانون بناتے کہ عورتوں کے خاوند غیر عورتوں کے ساتھ ڈانس نہ کیا کریں، کلبوں میں دوسری عورتوں سے محبت نہ کیا کریں، چکلوں میں نہ جایا کریں اور...... گھروں میں بے نکاح داشتائیں نہ رکھا کریں (نعرہ ہائے تحسین اور پرزور تالیاں) ایسا کیوں نہیں

دوسری شادی روکنا چاہتے تو ان کو کیا گیا؟ اسس لیے کہ جب ایک شخص نے دو نکاح کیے۔ چیئرمین نے رپورٹ کر دی تو عدالت نے فریقین کو بلایا۔ "تم نے دوسری شادی کی ہے؟" خاوند نے کہا "نہیں صاحب"، کہا گیا اچھا عورت کو بلاؤ۔ عورت کو بلایا گیا "کیا تم نے فلاں سے شادی کی ہے؟" اس نے کہا "صاحب کوئی شادی نہیں کی"۔ دونوں سے سوال ہوا کہ "تمہارا نکاح نہیں ہوا تو پھر رہتے کیسے ہو؟" کہا کہ "یارانہ ہے اور دوستانہ تعلق ہے"۔ کہا "اچھا پھر تو خیر ہے جاؤ"۔ زنا بالرضا اور فعل (بالرضا) نفت ہے۔ نکاح ہو تو جرم ہے۔ ایک سال کی قید ہے۔ اگر بیس داشتائیں رکھ لیں تو کوئی عیب اور جرم نہیں ہے۔ یہ قانون عورتوں کی ہمدردی کے لیے نہیں، دھوکہ دینے کے لیے بنا ہے اور عورتوں کو بازار میں لانے کے لیے بنا ہے۔

مولانا کی تقریر کا سیل رواں جاری تھا کہ سپیکر نے کہا: مولانا صاحب! آرڈر۔ ذرا ٹھہریئے آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: بس دو منٹ دیجئے میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ چار سو بے پردہ عورتیں یا دو ہزار عورتیں ملک کی دو کروڑ پردہ نشین عورتوں کی نمائندہ نہیں ہو سکتیں ——— (ایوان میں تالیوں اور نعرہ ہائے تحسین کا شور اٹھا) سپیکر: آرڈر آرڈر۔ اور مولانا نے جملہ ممبران سے سوال کیا "میں پوچھتا ہوں کیا آپ کی عورتیں بازاروں میں چلتی ہیں؟ ——— نہیں ہرگز نہیں (آوازیں) مولانا نے فرمایا یہ بے پردہ اور بازاروں میں پھرنے والی عورتیں دو کروڑ پردہ نشین عورتوں کی نمائندہ قطعاً نہیں ہو سکتیں ——— یہ ان کی نمائندہ نہیں ہیں (ایوان تالیوں سے گونج اٹھا) ایک موقعہ پر میاں عبد اللطیف نے غصہ میں کہا: یہ اسلام کے ٹھیکیدار ہیں۔ اس لیے کہ ان کے پاس داڑھی ہے۔ مولانا ہزارویؒ اور آپ کے گلے میں فرنگی کا پھندا ہے۔ سپیکر: آپ تشریف رکھیں! اور مولانا صاحب! آپ پانی پی لیں۔ مولانا غلام غوث ہزاروی جناب مجھے پیاس نہیں ہے۔ پیاس انہیں لگی ہے جو سُن نہیں سکتے۔ آپ یہ تاریخی جھوٹ تو سُن سکتے ہیں اس کا جواب نہیں سن سکتے۔ سپیکر نے پھر کہا آپ کے دو منٹ ختم ہو چکے ہیں۔ سردار ڈوڈا خان: مولانا کو اور وقت دیجئے۔ سپیکر: نو نو۔ ایوان میں شور اٹھا مولانا کو مزید وقت ضرور دیجئے۔ سپیکر: آپ میرے فرائض میں مداخلت بالکل نہ کریں میں بالکل وقت نہیں دوں گا وقت ختم ہو چکا ہے۔ سپیکر کی رولنگ کے خلاف حزب اقتدار و اختلاف کے بیشتر اراکین احتجاجاً واک آؤٹ کر گئے ——— سردار ڈوڈا خان نے اعلان کیا میں اپنا وقت مولانا صاحب کو دینا چاہتا ہوں۔ سپیکر نے پندرہ منٹ کے لیے اجلاس ملتوی کر دیا۔ ارکان واپس آئے تو کورم پورا ہو کر اجلاس دوبارہ شروع ہوا۔ مولانا مزید تقریر کرتے تو ووٹنگ کا ٹائم نہ رہتا اور گرم لوہا پھر ٹھنڈا ہو جاتا۔ مولانا واپس ایوان میں تشریف لائے تو ارکان اسمبلی نے پرزور تالیاں بجا کر استقبال کیا اور تقریر کے لیے سپیکر نے مزید دس منٹ بھی دے دیئے۔ مگر تمام اراکین کے مطالبے پر قرارداد پر ووٹنگ ہوئی تو تین عورتوں اور ایک مرد کے سوا سب نے قرارداد کی حمایت میں ووٹ دیا۔ اور اسلام کے لیے قائم ہونے والے پاکستان کے کسی سرکاری ایوان میں پہلی بار شریعت اسلامیہ کی بالادستی کا جھنڈا لہرایا اور اس کامیابی کا کریڈٹ اور قیادت کی سعادت دارالعلوم دیوبند کے ایک فرزند جلیل مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے حصہ میں آئی۔ یقیناً اس سے مسرور ہو کر اعلیٰ علیین میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی پاک روحوں نے بارگاہ قدس میں سجدہ حمد و شکر ادا کیا ہوگا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

میں نے ان کے خیالات و نظریات کو سُنا، جانچا، پرکھا اور ان کی رفاقت میں کام بھی کیا ان کی شخصیت کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جو میری نظر سے اوجھل رہا ہو ———

انہوں نے اپنے فکر و عمل کی ساری توانائیاں اعلائے کلمۃ الحق استخلاصِ وطن اور نفاذ شریعت کے لئے وقف کر دیں۔

وہ تاریک فضاؤں کو چیرتے علماء کو جھنجھوڑتے ارضِ پاک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک روشنی بکھیرتے چلے گئے۔

حیاتِ ہزاروی

رحمۃ اللہ علیہ

شہداء بالاکوٹ نے ہی اپنے خون سے آزادی کا پہلا باب رقم کیا۔

ان کی کتاب زندگی کا بیش قیمت سبق استغناء و بے نیازی اور ثابت قدمی تھا

جانشین شیخ التفسیر حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور کا حیاتِ ہزارویؒ کے موضوع پر ایک گرانقدر بیش قیمت مضمون خود حضرت ہی کی تحریر میں اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے

بطل حریت مجاہد آزادی حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی

حضرت مولانا غلام غوث حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک تھے وہ اسلام کے سپاہی اور عوام دوست رہنما تھے حق گوئی و بے باکی اور تقویٰ و دیانت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا اور زعامت ان کا سب سے بڑا سرمایہ تھا مولانا نے اس تاریخی سر زمین کے قرب و جوار میں جنم لیا جو شہدا کے خون سے لالہ زار بنی اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا پہلا پتھر وہیں نصب ہوا شہید بالاکوٹ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے مینارۂ نور بن گئی اسلام کے انہی شیدائیوں اور سرفروشوں کے جذبوں دلوں سے روشنی حاصل کرکے فرنگی سامراج سے نجات حاصل کی گئی اور انہوں نے ہی اپنے خون سے آزادی کا پہلا باب رقم کیا اب بھی اس سرزمین سے صدا آرہی ہے کہ اٹھو اور پوری دھرتی پر اسلام کا پرچم لہرا دو۔ مولانا غلام غوث ایسے پختہ کار سیاستدان اور سچے مسلمان روز روز پیدا نہیں ہوتے سورج ہزاروں بار گردش کرتا ہے تب ایسے اولوالعزم اور پاکیزہ کردار لوگ صفحہ ہستی پر نمودار ہوتے ہیں جو یقین محکم عمل پیہم کی بدولت جاں گداز مراحل طے کرکے ملک و ملت کو عظمتیں عطا کرتے ہیں مولانا نے جب وادی سیاست میں قدم رکھا تو برطانوی استعمار کا آفتاب نصف النہار پر تھا ادھر کاسہ لیسوں کے لئے خطابات اور جاگیریں تھیں ادھر حکومت برطانیہ کے مظالم کے خلاف زبان کھولنا اپنی موت کو دعوت دینا تھا لیکن اس مرد حق آگاہ نے جان کی پروا کئے بغیر اپنے اکابر کے مشن کو اختیار کیا جو دراصل انبیاء صدیقین کا مشن ہے اس کے بعد فکر و عمل کی ساری توانائیاں اعلائے کلمۃ الحق استخلاص وطن اور نفاذ شریعت کے لئے وقف کر دیں مولانا کی زندگی کام سے عبارت تھی صبح سے شام تک وہ کام میں مشغول رہتے بیکار بیٹھنا انہیں آتا ہی نہ تھا وہ کسی کام کو بوجھ نہ سمجھتے ہر کام کو دلچسپی اور شوق سے کرتے اس طرح کام اور ان کی ذات کے درمیان دوئی کا احساس ختم ہو جاتا بلکہ کام کو مولانا کی ذات سے اور ان کی ذات کو کام سے ایک طرح کی تقویت حاصل ہوتی یہ عالم جذب و شوق کم ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ مولانا مادر علمی دار العلوم دیوبند کے نامور سپوت شب زندہ دار عابد اور طبیب کامل تھے ان کی گزر اوقات ان کے مطب پر تھی اور یہ فن انہیں وراثت میں ملا تھا مولانا جون ۱۸۹۶ء کو بفہ تحصیل مانسہرہ میں حکیم سید گل کے گھر پیدا ہوئے مڈل پاس کرکے پہلے مظاہر علوم پھر دار العلوم میں تعلیم حاصل کی انہوں نے حضرت شیخ الہند کا مبارک عہد پایا اور اس سے گہرے اثرات لئے دیوبند میں انہوں نے

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے دامن شفقت میں تربیت پائی وہ دار العلوم میں حضرت مولانا محمد طیب اور حضرت مولانا محمد ادریس کے کلاس فیلو رہے ان کے اساتذہ میں مولانا رسول خان ہزاروی مولانا شبیر احمد عثمانی مولانا ابراہیم بلیاوی کے اسمائے گرامی آتے ہیں انہوں نے دورہ حدیث امتیازی شان سے پاس کیا اور اپنی علمی زندگی کا آغاز دیوبند میں معین المدرس کی حیثیت سے کیا اور متعدد مقامات پر درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اس دوران جمعیۃ علماء ہند کے لئے بھی کام کیا ۱۹۳۱ء میں انہوں نے باقاعدہ سیاسی زندگی کو اپنایا اور سامراج سے نبرد آزما ہوئے چنانچہ کالے قوانین کے تحت ان کا ۳۲ء کا پورا سال جیل کی نذر ہوا ۳۳ء میں مولانا نے انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کے خلاف بھی کام شروع کر دیا ۳۴ء کی پشاور شریعت کانفرنس میں آپ نے سرگرمی سے حصہ لیا اور اسی سال مجلس احرار اسلام میں شمولیت اختیار کی ساتھ ہی جمعیۃ علماء کے ممبر بھی رہے ۳۵ء میں آل انڈیا پولیٹیکل احرار کانفرنس سیالکوٹ کی آپ نے صدارت فرمائی اور متعدد ایجی ٹیشنوں میں حصہ لیا ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوگئی جمعیۃ کے رہنماؤں نے اپنے سابقہ اور موجودہ موقف کے مطابق انگریزی فوج میں بھرتی کی شدید مخالفت کی جسے حکومت برداشت نہ کر سکی اور زعمائے جمعیۃ کی گرفتاریاں شروع کر دیں ۱۹۴۲ء میں دورۂ حدیث شریف کا سبق پڑھاتے ہوئے دیوبند سے حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی کو گرفتار کر لیا گیا ادھر مجلس احرار نے فوجی بھرتی کے خلاف تحریک سول نافرمانی کا آغاز کر دیا جب کہ مسلم لیگ اور کانگریس نے کوئی واضح فیصلہ نہ کیا اور گومگو کی پالیسی اختیار کی تحریک سول نافرمانی میں حصہ لینے کی پاداش میں مولانا غلام غوث کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور ۱۹۴۲ء کا ان کا ایک اور سال پس دیوار زنداں کٹا اس دل شکن ماحول میں برعظیم کی طرف جنگ کے سیاہ بادل امنڈتے دیکھ کر جمعیۃ علماء، احرار سرحد کے سرخپوشوں اور دوسری آزادی پسند جماعتوں کے لیڈروں اور ورکروں نے ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں ایک ارتعاش اور ایک ولولہ پیدا کر دیا اور خیبر سے کلکتہ تک برطانوی سامراج ہل کر رہ گیا اور نوجوانوں کی اکثریت آزادی کے گیت گاتی دیوانہ وار میدان میں نکل آئی اور "ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک شروع ہو گئی چنانچہ محوریوں اور اتحادیوں کی خوفناک جنگ اور قافلہ آزادی برق رفتاری سے اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگے تا آں کہ جنگ اختتام کو پہنچی اس کے بعد آزادی کا مرحلہ تکمیل پذیر ہوا ملک آزاد ہوا اور پاکستان معرض وجود میں آیا اور ہر دو ملک جنگ کے اثرات مابعد اور دوسرے [illegible]

ہونا تھا طرح ہو گئے بہرکیف مولانا غلام غوث جس طرح جنگ آزادی کے ہیرو رہ چکے
تھے اسی طرح ان کے دل میں اسلام کی محبت رچی بسی تھی اس لئے ۱۹۵۳ء کی تحریک
تحفظ ختم نبوت میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کراچی میں آل مسلم پارٹیز کی پوری
مجلس عمل کو جب غیر قانونی طور پر گرفتار کر لیا گیا تو احتجاجاً لاہور میں حضرت شیخ التفسیر
مولانا احمد علی رح نے اپنی گرفتاری پیش کر دی پھر سارے ملک میں عوام نے گرفتاریاں
دینا شروع کر دیں اور یکے بعد دیگرے جب تمام رہنما جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے
دھکیل دیئے گئے تو خدشہ ہوا کہ حکومت اس "مقدس" تحریک کو کسی غلط راستہ پر نہ ڈال
دے اس ضرورت کے پیش نظر مولانا غلام غوث اور مولانا سید ابو ذر بخاری انڈر گراؤنڈ
چلے گئے اور آخر تک تحریک کی رہنمائی کے فرائض انجام دیتے رہے اس دوران حکومت
نے ہر دو رہنماؤں کو گرفتار کرنے کی پوری کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکی تحریک کے
اختتام پر حکومت نے گرفتاری کے وارنٹ منسوخ کئے تو وہ کھل کر میدان میں آئے اور
خدمت اسلام میں مصروف ہو گئے ۱۹۵۶ء میں علماء اور اہل اللہ کی خواہش پر پھر
جمعیۃ علماء اسلام کی از سر نو داغ بیل ڈالی گئی تو حضرت شیخ التفسیر رح کو جمعیۃ کا امیر اور
آپ کو ناظم اعلیٰ چنا گیا ۱۹۵۸ء میں ایوبی مارشل لاء کے دوران جب سیاسی جماعتوں
پر پابندی لگا دی گئی تو جمعیۃ نے "نظام العلماء" کے نام سے اپنے دینی و رفاہی کام کو جاری
رکھا ۱۹۶۲ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے پھر غیر شرعی عائلی قوانین کے
خلاف اسمبلی میں قرارداد پاس کرانا آپ کا ہی کام تھا ۶۵-۱۹۶۴ء میں دو مرتبہ
موتمر عالم اسلامی قاہرہ میں آپ نے حضرت مولانا مفتی محمود رح کی معیت میں شرکت
فرمائی اور پورے عالم اسلام کے نمائندوں کو عربی میں خطاب فرمایا اور ۱۹۷۰ء کے
انتخابات میں انہیں قومی اسمبلی کا ممبر چنا گیا ۱۹۷۱ میں بعض عرب ممالک
کی دعوت پر آپ نے مشرق وسطیٰ کا دورہ فرمایا اور بفضلہ تعالیٰ پانچ بار آپ
زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، اگر انسان کے جذبات کھٹھر کر نہ
رہ گئے ہوں تو وہ زندگی کی ہر بات سے لطف اٹھاتا ہے معمولی معمولی اور چھوٹی
چھوٹی باتوں سے خیر کا پہلو نکال لیتا ہے زندگی میں رس اور شخصیت میں نکھار
کا پیدا ہونا اس کے بغیر ممکن نہیں ایک پروقار اور باکمال شخصیت نہ جانے کتنے
ذہنی رجحان اور رنگارنگ اثرات کی آئینہ دار ہوتی ہے کیفیت رابطہ اور

رشتے ہوتے ہیں جو ذہنی کیفیت کی تشکیل کرتے ہیں مولانا غلام غوث کی
شخصیت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھی بعض اوقات وہ مسرتوں سے سینہ
بھرنے کے لئے اہل اللہ کی محفل میں جا نکلتے کبھی مطالعہ میں کھو جاتے بزرگوں سے تو
انہوں نے برسوں استفادہ کیا تھا کبھی کبھی وہ عوام سے رابطہ استوار کرتے اور
گھل مل کر ان سے باتیں کرتے ان کی ذہنی و جذباتی کیفیت سے واقفیت حاصل
کرتے مولانا عالم و فاضل تھے عامی ہرگز نہ تھے پھر بھی ان میں ایک عجیب قسم کی
عامیت اور یکسانیت پائی جاتی تھی ان میں تیزی و تندی جو کچھ نظر آتی وہ
صرف اسلام دشمنوں کو نیچا دکھانے کے لئے تھی ویسے ان کی طبیعت اعتدال
اور میانہ روی کی طرف مائل تھی ان کا اصل جوہر توازن ہی تھا ان کی کتاب زندگی
کا پیش قیمت سبق استغنا و بے نیازی اور ثابت قدمی تھا حالات کیسے ہی
ناساز گار کیوں نہ ہوں ان کی جبین کبھی شکن آلود نہ ہوتی اور ہمیشہ تبسم ان
کے لبوں پر کھیلتا رہتا وہ استحصال زدہ محنت کش عوام کی ہمت افزائی فرماتے
انہیں حوصلہ دلاتے اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان کی مشکلات کا حل بتلاتے
وہ خود بھی زندگی کی معمولی سطح سے اٹھے اور اپنی شبانہ روز محنت سے ملک وملت
میں اپنا ایک منفرد مقام بنا لیا جو ہم سب کے لئے قابل رشک ہے ان کا اکہرا تیلا
دبلا بدن استقامت کا پہاڑ تھا ان کی زندگی جہد و عمل سے عبارت تھی وہ تن
آسانی اور عیش کوشی کو زہر سے کم نہ سمجھتے ان کا رہن سہن سادہ تھا وہ موٹا
جھوٹا پہنتے سادہ اور کم مقدار میں خوراک استعمال کرتے اسی لئے وہ ہلکے پھلکے اور
صحت مند نظر آتے یوں بھی جس خطہ زمین سے ان کا تعلق تھا وہ سرسبز و
شاداب پہاڑیوں آب و ہوا کی لطافت اپنے خوشگوار موسم کی وجہ سے صحت
افزا مقام کے حکم میں ہے ان کے قیام لاہور کے دوران مجھے انہیں بہت قریب
سے دیکھنے کا موقع ملا ان کی شخصیت کے تمام روپ میری آنکھوں کے سامنے
آئے میں نے ان کے خیالات و نظریات کو سنا جانچا پرکھا اور ان کی رفاقت میں
کام بھی کیا اور کئی بار ان کے ساتھ سفر کی نوبت بھی آئی انہوں نے میری اور میں نے
ان کی تقریریں سنیں اور اکثر ان پر نقد و جرح بھی ہوتا رہا غرض میں نے انہیں ہر حال
میں دیکھا ان کی شخصیت کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جو میری نظروں سے اوجھل
رہا ہو مولانا کو میں ان چند بزرگوں میں شمار کرتا ہوں جن کی رفاقت اور معیت

میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے ان کی جن باتوں نے مجھے زیادہ متاثر کیا وہ ان کا اخلاص، وسعت علم اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ان کی تڑپ اور لگن تھی وہ وقت سے فائدہ اٹھانا خوب جانتے جرأت و بے باکی سے حق بات کہنے اور اکابر کی بات کی لاج رکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے وہ بے پایاں خوبیوں کے مالک تھے ان کا دل صرف اسلام کے لئے دھڑکتا انہیں اسلام اور پیغمبر اسلام سے والہانہ محبت تھی وہ اسلام کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتے تھے انہوں نے اسلامی افکار ونظریات کی نشو ونما کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا مولانا غلام غوث اور مفتی محمود رحمہما اللہ تعالیٰ نے جمعیۃ کے ننھے پودے کو اپنے خون جگر سے سینچا اور پروان چڑھایا حضرت لاہوری اور ان کے رفقاء نے جمعیۃ کی نشو ونما کی اور تنظیم کی ذمہ داری مولانا ہزاروی کو سونپ دی وہ اپنا منصب سنبھالتے ہی صدائے ایمان ویقین پھیلانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے وہ تاریک فضاؤں کو چیرتے علماء کو جھنجھوڑتے ارض پاک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک روشنی بکھیرتے چلے گئے وہ پاکستان کو عطیہ خداوندی سمجھتے اور استحکام پاکستان کے لئے نفاذ شریعت کو لازمی قرار دیتے انہوں نے مشکل ترین حالات میں اکابر کی حسین روایات کو زندہ رکھا ان کی انتھک کوششوں سے شہر شہر نگر نگر جمعیۃ کا قیام عمل میں آیا پھر حضرت لاہوری کی سرپرستی میں مولانا کی ہی زیر ادارت "ترجمان اسلام" نکلا جس نے جلد مقبولیت حاصل کرلی اس طرح ملک میں جمعیۃ کا دائرہ اثر بڑھنے لگا اور مولانا کے صحافتی جوہر چمکنے لگے وہ ہمہ وقت جمعیۃ کے کام میں منہمک رہنے لگے تحریر وتقریر کے ذریعہ پڑھے لکھے لوگوں کو جمعیۃ کی طرف متوجہ کرتے ان کے سوالات کا ٹھنڈے دل سے جواب دیتے ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ فرماتے ان کے بیانات اور تقریروں نے جمعیۃ کے حق میں فضا سازگار بنا دی اس طرح جمعیۃ علماء اسلام نے ملک میں اپنا ایک مقام بنا لیا اور اگلے چند برسوں میں وہ روشنی کا مینار بن گئی پھر کیا تھا مشرقی ومغربی پاکستان کے علماء وفضلاء اور اہل حق اس کی طرف کھنچے چلے آنے لگے اور سیاستدان بھی اس کا دم بھرنے لگے اور مرکزی وصوبائی حکومتیں بھی اس کی قرار دادوں کا نوٹس لینے پر مجبور ہوئیں جمعیۃ کی ملک گیر کانفرنسوں جلوس جلسوں اور اس کی عملی پیش رفت نے ملک اور بیرون ملک علماء کی ساکھ کو مستحکم کیا

ہو وہ وقت بھی آیا کہ وفاقی وصوبائی اسمبلیوں میں جمعیۃ نے اسلام کی عظمت و برتری کی دھاک بٹھا دی اور سرحد وبلوچستان میں نیپ کے اشتراک سے جمعیۃ نے حکومتوں کی تشکیل کی اور مفتی محمود رح نے سرحد کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے مکمل اسلامی احکام نافذ کئے، مولانا غلام غوث نے قلم قرطاس سے کبھی رشتہ نہیں توڑا اور صحافت کے محاذ پر بھی جہاد جاری رکھا اور بے شمار مضامین سپرد قلم کئے "ترجمان اسلام" تو ان کی ادارت میں نکلتا ہی تھا ایک عرصہ تک "خدام الدین" کے اداریئے بھی انہوں نے ہی لکھے ۱۹۷۴ء میں جب قومی اسمبلی میں قادیانی اور لاہوری گروپ کے محضر نامے پیش ہوئے تو مولانا نے ۸۰ سالہ پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود مرزا ناصر کے ۱۹۲ صفحات کے محضر نامے کا جواب ۲۸۰ صفحات میں لکھ کر حضرت مولانا عبد الحکیم کو دیا جسے انہوں ان کی موجودگی میں قومی اسمبلی میں اول سے آخر تک پڑھ کر سنایا کہ دلائل شرعیہ کی رو سے مرزائی قطعی کافر ہیں انہیں قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینا درست فیصلہ ہے مولانا کا جواب سن کر انصاف پسند ارکان اسمبلی نے ان کی وسعت نظر اور نکتہ آفرینی کی داد دی اس کے علاوہ "ایمان" کے عنوان سے کالج میں مولانا کی تقاریر کا مجموعہ شائع ہو اور الجمعیۃ راولپنڈی کے آخر تک وہ مدیر اعلیٰ رہے مولانا نے اپنی حیات مستعار کے آخری دور میں اصول جنگ اور آلات جنگ پر ایک وقیع اور معیاری کتاب "مسلمہ اصول جنگ سیرت نبوی کی روشنی میں" لکھ کر اسلامی فن سپہ گری کو اجاگر کیا یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر فوجی جوان کی نظر سے گزرے اس میں درس حکمت بھی ہے اور سبق عبرت بھی زندگی کے دوسرے اہم معاملات ومسائل طرح ہر فوجی کار روائی میں انسانی فطرت ہی سب اہم کردار ادا کرتی ہے جس طرح فطرت میں تبدیلی ممکن نہیں اسی طرح وہ قوانین جنگ جن پر معرکہ آرائیاں مبنی ہوتی ہیں کبھی نہیں بدلتے یہی وجہ ہے کہ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس ہو کر لڑنے والے ماہرین جنگ بھی قدیم جنگوں اور ترک تازیوں کا مطالعہ ہمیشہ جاری رکھتے ہیں اس سے انہیں قیمتی سبق ملتے ہیں بالخصوص عہد نبوی کی جنگیں تاریخ انسانی میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں جنہیں اپنے دگنی تگنی اور بعض اوقات دس گنی طاقت سے واسطہ پڑا لیکن کبھی ہمت نہیں ہاری اور ہمیشہ فتح وکامرانی کے پھریرے لہراتے ہوئے واپس آئے چنانچہ شروع پر اسلامی مملکت صرف چند محلوں پر مشتمل تھی اور مٹھی بھر اس کے رکھوالے تھے تیرہ سالہ مکی زندگی میں کوئی ظلم وستم ایسا نہیں جو ان پر نہ توڑا گیا ہو مجبوراً انہیں مدینہ

ہجرت کرنا پڑی لیکن پھر بھی انہیں دعوت ۔۔۔ دیا گیا اور ان ان پر ۔۔۔ مسلط کر دی
گئی تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول پر بالآخر انہیں بھی ہتھیار اٹھانے پڑے دس
سال کے نظم اور حضور ختمی مرتبت کی بہترین حکمت عملی سے روزانہ دو سو چوہتر ۲۷۴
مربع میل کے حساب سے مدینہ کی اسلامی حکومت وسعت اختیار کرتی چلی گئی
اور دس برس بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو دس
لاکھ مربع میل کا رقبہ آپ کے زیر نگیں تھا اس پورے عرصہ میں دشمن کے کل
ایک سو پچاس سپاہی کام آئے اور اسلامی فوج کا ان دس سالوں میں ماہانہ
اوسطاً ایک مرد غازی شہادت سے سرفراز ہوا جیسے ہادی اعظمؐ کا ہر قول
و فعل ہمارے لئے مشعل ہدایت ہے اسی طرح دنیا بھر کے ماہرین جنگ کے لئے آپ کا
طریق جنگ و جدال واجب التقلید ہے

حرف آخر

حضرت مولانا غلام غوث کا شمار، محدث العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری
جیسے نابغہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے ان کے سیاسی رفقا میں امیر شریعت
سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چوہدری افضل حق مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مولانا
عبد الحنان ہزاروی مولانا گل شیر خان مفتی عبد القیوم پوپلزئی مفتی محمود مرحوم سابق
وزیر اعلیٰ سرحد مولانا محمد علی جالندھری قاضی احسان احمد شجاع آبادی مولانا تاج محمود
فیصل آبادی شورش کاشمیری مرزا غلام نبی جانباز مصنف کاروان احرار جیسے
مشاہیر اور سربر آوردہ حضرات کے نام آتے ہیں ان سب نے برعظیم جنوبی
ایشیا کی آزادی اور خانہ ساز نبوت کے قلع قمع اور وطن عزیز میں آئین
شریعت کے نفاذ کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ملت انہیں کبھی
فراموش نہیں کر سکتی

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کا دنیا سے اٹھ جانا ایک غمناک
واقعہ ضرور ہے لیکن یہ کوئی انوکھی بات نہیں، موت سے کس کو رستگاری
ہے کچھ لوگ موت سے پہلے ہی مر جاتے ہیں بعض وہ لوگ ہیں جو خود تو
دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن تاریخ میں ہمیشہ جگمگاتے رہتے ہیں موت ان
کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی مولانا غلام غوث کا شمار ایسے ہی خدام ملت میں
ہوتا ہے بلاشبہ ان کی وفات سے تاریکی کے سائے دراز ہوئے ہیں

مولانا غلام غوث ہزارویؒ

غلام غوث، قلندر بھی تھا، فقیر بھی تھا
غریب و سادہ و رنگین بھی تھا، امیر بھی تھا

ہر اک محاذ پہ احرار کا رفیق تھا وہ / زباں کا سخت مگر قلب کا رقیق تھا وہ
منافقت سے اُسے کوئی رسم و راہ نہ تھی / کہ اُس کے دل میں تمنائے عزّ و جاہ نہ تھی
وہ مہرباں بھی ہوا مجھ پہ اور خفا بھی ہوا / کچھ اس طرح سے محبت کا حق ادا بھی ہوا
تھا دوستی میں کھرا اور دشمنی میں کھرا / تھا اختلاف کسی سے تو تھا برائے خدا
وہ اک مجاہد جانباز تھا بخاریؒ کا / سبق ملا تھا ازل ہی سے شہسواری کا
غلام غوث، محمد علی، کہ انصاری / ہر ایک سمت بخاری کا فیض تھا جاری
حسام الدین ہو، افضل کہ قاضی احسان / مہک رہا انہی پھولوں سے تھا کبھی بستاں
تھے ان کے پیر بھی مرشد بھی شیخ لاہوریؒ / تھے ان کے تکیہ و مسند بھی شیخ لاہوریؒ
خلوص و عزم و وفا کی کتاب تھے یارو! / یہ لوگ سارے بہت لاجواب تھے یارو!
کہاں سے ڈھونڈ کے لاؤ گے اِن فقیروں کو / نہ لا سکے کبھی خاطر میں جو امیروں کو

خوشا! کہ اِن کے کرم در کرم ملے مجھ کو
خوشا! کہ ان کے نقوشِ قدم ملے مجھ کو

۲۲ جنوری ۱۹۶۵ء ـــ ارتجالاً ـــ حکیم آزاد شیرازی مدیر تذکرہ لاہور

روشنی ماند پڑی ہے اور ہمارے لیے یہ وہ شام فرقت ہے جس کی صبح نمود حشر سے قبل ممکن نہیں اللھم اغفرلہ وارحمہ

جوہر انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں
خاک میں ملتا تو ہے لیکن فنا ہوتا نہیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہم العالی کے نام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رح

کا

مکتوب گرامی

حضرت مخدوم مولانا محمد عبید اللہ صاحب انور زید مجدہم مکرمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - ہمارے چند دوست مع ان محترم حافظ ولی محمد صاحب کے اوکاڑہ سے تشریف لائے ہیں - بات یہ ہے کہ وہاں اوکاڑہ صدر تھانہ میں ہیڈ محرر ہم خیال دوست ہیں جن کا وہاں کا قیام و تقرر اپنے دوستوں کے لئے مفید ہے - اب انکا تبادلہ ایس پی منٹگمری نے اس کا تبادلہ کر دیا ہے جس سے ہمارے دوستوں کو خاصا دھکا لگ رہا ہے -

پہلے بھی وہاں بدعتیوں کے لئے میدان بنا ہوا ہے - اب خدا تکلیف میں اضافہ کا امکان ہے -

تو عرض یہ ہے کہ ایس پی منٹگمری اپنے حضرت اقدس کا

مدظلہ سے متوسل ہیں - اگر آپ اس سلسلہ میں تھوڑا سا تعاون فرما کر حضرت مدظلہ سے دو سطریں ان کے نام لکھا دیں یا خود آپ ہی لکھ دیں جو بھی مناسب ہو تو وہ تبادلہ رک کر دوستوں کو اطمینان کا باعث ہو سکتا ہے بات معمولی اور فائدہ غیر معمولی ہے -

ان حضرات کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میں حضرت مدظلہ سے اتنا بے تکلف نہیں ہو سکتا - اور نہ ان کے لئے بار خاطر عاطر بننا پسند کرتا ہوں - یہ کہتے ہیں کہ ہماری رسائی تم تک تھی - میں عرض کرتا ہوں کہ میری رسائی حضور انور تک ہے - از راہ کرم حضرت کو متوجہ فرما کر ممنون فرمائیں یا اور جو شکل اس سلسلہ میں مفید ہو - مثلاً ایس پی کو ٹیلیفون پر آپ فرما دیں - یا اور کوئی بھی صورت ہو میں غریب خانہ جا رہا ہوں اس لئے بھی حاضری سے معذور ہوں فقط والسلام

غلام غوث عفی عنہ

۵ فروری ۱۹۵۶ء

مولانا غلام غوث ہزارویؒ

بوذرِ عصر

تحریر: مولانا عبدالحکیم صاحب سابق ایم این اے
صدر: انٹرنیشنل اسلامک کونسل

مجاہدِ ملت، بوذرِ عصر مجسم علم و عمل حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رح مرحوم و مغفور کی موت حدیثِ نبویؐ کا مصداق ہے۔ مولانا ہزاروی مرحوم کو اس دنیا سے رخصت ہوتے ۴ فروری ۱۹۸۵ء کو چار سال پورے ہو جائیں گے لیکن دینی تڑپ رکھنے والے لوگ مولانا ہزاروی مرحوم کے سانحۂ موت کو یوں تازہ محسوس کرتے ہیں جیسا کہ یہ حادثہ ابھی کل ہوا ہے اس کی وجہ درحقیقت مولانا ہزارویؒ کا وہ اخلاص اور تنظیمی عمل تھا جس نے انگریز کے دو سو سالہ غلامی کے منحوس دور کی تمام نحوستوں کے باوجود اپنی خداداد قابلیت اور مسلسل جد و جہد کی وجہ سے اہل حق کو منظم فولادی قوت بنا دیا تھا۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ اپنی حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے مصلحت کوش افراد کو ناپسند تھے۔ لیکن مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی صلابت اور عظیمت نے دینی قوتوں کو اسلامی مؤقف مضبوطی سے اپنانے اور اظہارِ خیال کرنے کی جرأت دلائی۔

مولانا ہزارویؒ نے ساری زندگی اپنے آپ کو شہرت سے دور رکھا اور ناموری سے بچایا اس لئے کہ مولانا نے اپنی زندگی کا مقصد حصولِ رضائے الٰہی اور اتباعِ سنت خاتم النبیینؐ پیروئ صحابہ کرام بنا رکھا تھا۔

حضرت مولانا ہزارویؒ کے ساتھ قریبی صحبت سفر اور حضر میں کام کرنے والے حضرات اس بات پر گواہ ہیں کہ مولانا ہزارویؒ کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اسلام تھا۔ مولانا اسلام کے لئے متحرک تھے اور اسلام ہی کے لئے جیتے رہے۔

مولانا ہزاروی مرحوم نے ہمیشہ اسلام، کتاب و سنت اور حیات صحابہ کرامؓ کے مؤقف کو فوقیت دی۔

مولانا کی نظر میں سیاسی وقتی اور مقامی مصلحتیں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھیں۔ مولانا ہمیشہ اپنے ساتھیوں، کارکنوں کو یہی نصیحت کرتے کہ ہم دین کے لئے ہیں اور دین ہی ہماری زندگی کا مقصد اولیں ہے۔

مولانا ہزارویؒ کا نظریہ تھا

انہوں نے اہلِ حق کو منظم فولادی قوت بنا دیا تھا

کہ دورِ غلامی کے بعد اسلامی احکام اور عقائد و تعلیمات کو اپنانے کے لئے دینی قوت مجتمع کرنا ضروری ہے۔ عہد حاضر میں جماعتی تنظیم کا ہونا قوت کے اسباب میں سے ایک ہے اس لئے مولانا تنظیم کے کام کو فوقیت دے کر منظم جد و جہد کے داعی تھے۔

مولانا کا ماضی مجسم عمل کا منہ بولتا ثبوت تھا یہی وجہ ہے کہ ۱۹۵۶ء میں جمعیۃ علماء اسلام کا مغربی پاکستان کی سطح پر تنظیم جدید کا جب عمل شروع ہوا تو ملتان کے تنظیمی اجلاس میں ناظم عمومی کے لئے دو چار بزرگوں کے نام تجویز ہونے پر منتخب امیر قطب وقت شیخ التفسیر، بانی انجمن خدام الدین، داعی توحید و سنت، پیرِ طریقت، عارف ربانی ولی کامل حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم کا نام ناظمِ عمومی کے لئے خود تجویز فرمایا تھا چونکہ حضرت لاہوریؒ کا کشف اہل حق کے ہاں مسلّم تھا۔ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت امام لاہوریؒ نے مولانا ہزاروی مرحوم کی تنظیمی صلاحیتوں کے پیشِ نظر ان کی تجویز فرمائی۔

یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس وقت حضرت شیخ التفسیر پر منکشف فرمایا ہو گا کہ جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم مولانا غلام غوث ہزاروی کے ہاتھوں پروان چڑھے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا مولانا ہزارویؒ نے مشرقی اور مغربی پاکستان کے کونے کونے قصبہ قصبہ گاؤں گاؤں پہنچ کر تنظیمیں قائم کیں اور دفاتر کھولے ۱۹۷۰ء میں صرف مغربی پاکستان یعنی موجودہ حصے میں دو ہزار فعال دفاتر قائم کر رہے تھے۔ یہ مولانا ہزارویؒ کی محنت صداقت اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی منہ بولتی کرامت تھی۔

مولانا ہزاروی کی تنظیمی محنت کا پھل جمعیۃ علماءِ اسلام نے ۱۹۷۰ء میں سیاسی پارلیمانی موڑ پر حاصل کیا۔ قومی اسمبلی جمعیۃ علماء اسلام کے سات مقتدر عظیم حضرات کامیاب ہو کر ممبر بنے۔ جن کے علمی اور عملی وزن کے سامنے باقی سب لوگ طفل مکتب کی حیثیت رکھتے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ممبران کی کامیابی کا سہرا درحقیقت مولانا ہزارویؒ کی تنظیمی جد و جہد کا نتیجہ تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیمی قوت کا مظاہرہ قومی اسمبلی کے موقعہ پر ہو چکا تو باطل نظریات کی حامل جماعتوں پر خوف و ہراس کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ بعض لوگ تو یہاں تک مذبوحی حرکتیں کرنے لگ گئے۔ خصوصاً صوبائی اسمبلی کے الیکشن کے موقعہ پر کہ ان نام نہاد روشن پسند، آزادی پسند

ان کی زندگی کا مقصد رضائے الٰہی تھا، وہ صرف اسلام کے لئے زندہ رہے

فیض یافتگانِ ماسکو کی آنکھوں سے روایتی شرم و حیا اور علاقائی مروّت بھی جاتی رہی۔ جمعیۃ علماء اسلام سے خوف کے اس پسِ منظر میں جمعیت کی مخالف قوتوں نے درپردہ جمعیۃ علماءِ اسلام کو کمزور کرنے کی مختلف سازشیں شروع کیے رکھیں۔ ان تمام قوتوں کا منتہا مقصد مولانا ہزارویؒ کو راستے سے ہٹانا تھا۔ جو اپنے کارکنوں کی پختگی اور عملی جدوجہد کا نشان بن چکا تھا۔ اس غرض کے لئے جمعیۃ علماءِ اسلام کی مذہبی سیاسی مخالف قوتوں نے ہر حربہ استعمال کیا۔ ناپختہ ذہن کارکنانِ جمعیت کے لئے پروپیگنڈہ مشینوں کے دہانے کھول دئے گئے کذب و افتراء کا طوفان اس طرح چلایا گیا کہ اللہ کی حفاظت کے بغیر بڑے بڑوں کا سنبھلنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ یہ سب کچھ بالواسطہ جمعیۃ کو کمزور کرنے، جمعیۃ میں دراڑیں ڈالنے اور جمعیۃ کی تنظیمی قوت کو ختم کرنے کے لئے باطل قوتوں کی سازش تھی۔ "پرائی لسّی کی خاطر اپنی مونچھیں کٹوا ڈالیں" کا محاورہ صادق آتا ہے۔ باطل نظریات و عقائد کے حامل لوگوں سے عارضی اور وقتی دوستی کی خاطر ہم نے اپنا وہ نقصان کیا جس کا صدیوں تک تدارک کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ ۱۹۷۲ء کے بعد اس ملک میں جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم میں کیا اضافہ ہو سکا؟ یہ صرف اس لئے کہ افرادی قوت کو منظم کر کے کام پر لگانے والا تنظیم کو چلانے اور تنظیموں کو تنظیمی تڑپ دینے

صحابہؓ کی وکالت

ان کا جزوِ ایمان

بن چکی تھی۔

والا مولانا ہزارویؒ میدان سے ہٹا دیا گیا۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ دین کو سمجھنے سمجھانے اور عمل میں لانے کے لئے اصحابِ رسولؐ کی پیروی اور ان کے اقتداء کو لازمی شرط قرار دیتے تھے۔ صحابہؓ کی وکالت ان کا جزوِ ایمان بن چکی تھی۔ سیاست کی مصلحتوں کو وہ شریعت پر قربان کرتے تھے حضرت مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، قاسم العلوم حضرت نانوتوی جیسے اکابر کے فکر و عمل پر پختگی کو مولانا ہزاروی لازمی قرار دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فکر و نظر میں ناہموارگی رکھنے والی جماعتیں حضرت مولانا ہزارویؒ سے خصوصاً اوران کے

مولانا ہزارویؒ

دین کو سمجھنے کے

لئے صحابہ کرامؓ کے

اتباع کو لازمی شرط

قرار دیتے تھے۔

دور میں جمعیۃ علمائے اسلام سے عموماً ناراض رہیں۔ اپنی اس ناراضگی اور خفگی کا انتقام اگرچہ ان قوتوں نے ۱۹۷۳ء کے بعد بڑی خوبصورت تدابیر کے ذریعے لے لیا۔ اس آتشِ انتقام کے جھلسے ہوتے جمعیۃ علماءِ اسلام کے کارکنوں کے تنظیمی جسم کے زخم ابھی تک مندمل نہیں ہو سکے۔ دنیا کا وہ کون سا جھوٹ ہے جو نام نہاد اتحاد کے سٹیج سے مولانا ہزاروی مرحوم اوران کے ہم خیال ساتھیوں کے بارہ میں نہ بولا گیا ہو۔ الزامات کے کارخانے میں اور تہمتوں کے گودام میں جو کچھ جس کو میسّر آتا تھا ہر ایک نے اپنا اپنا حصّہ مولانا ہزارویؒ کے کھاتے میں ڈالا۔ لوگ خوش تھے کہ ہم نے ہزارویؒ کو ختم کر دیا۔ لیکن تاریخ کہہ رہی تھی کہ نادانو! اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی آشیانے کو آگ لگا رہے ہو۔ تدبّر و ہوش کے دامن کو چھوڑ کر جوش کی موجوں پر شہسواری کرتے ہوئے بے ادبی اور گستاخی کی چھینٹیں ہزارویؒ کے دامن پر پھینکنے کی سعی نامسعود کا آغاز کیا تھا۔ آج قدرت کے ہاتھوں اس بے ادبی گستاخی کے طوفان میں کسی کی پگڑی اچھلے بغیر نہ رہی۔ غلط بیانی اور الزام سازی میں آج ہم امریکہ کے پروپیگنڈے کو مات کر گئے ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ماضی سے واقف اور جمعیۃ علماء اسلام کے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، عمل صحابہ کرام کی پیروی مقصدِ حیات بطور پالیسی اپنانے والے ملک کے عظیم کارکنوں کو چاہیئے کہ اپنی نشأۃِ ثالثہ کا آغاز اسی طرز پر کریں جیسا کہ مولانا ہزاروی اور ان کے عظیم ہمسفر اکابرین نے کیا تھا۔ عقائد و نظریات میں پختگی کے لئے مولانا ہزارویؒ کی زندگی کو اپنائے بغیر مسلک حقہ کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔ آج سب سے زیادہ نقصان فیضان قاسمی، تجلیات گنگوہی کے مسلک کا ہو رہا ہے۔ باطل قوتیں منظم، مضبوط، فعال، متفق اور متحد ہوتی جا رہی ہیں اور اہل حق عدم تنظیم کی وجہ سے نہ صرف انتشار کا شکار ہیں بلکہ رُو بہ تنزل پسپائی اختیار کر رہے ہیں۔

لہٰذا میں اپنے قارئین کرام سے معافی کی درخواست کرتے ہوئے یہ توقع رکھتا ہوں کہ گذرے ہوئے سفر کے دوران کی غلط راہوں سے بچ کر اپنے مستقبل کے لئے سوچیے۔

مولانا ہزاروی کے چوتھے یوم وصال کے موقعہ پر میں جمعیۃ کے اکابرین، کارکنان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مولانا ہزارویؒ کے دکھائے ہوتے راہ پر چل کر اس باغ کی آبیاری کریں۔ مولانا ہزارویؒ جیسے اکابر کے ساتھ اظہارِ عقیدت کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ان کے علم و عمل کو ہم اپنائیں اور ان کی سیرت پر عمل کریں اس لئے کہ اکابرین کی زندگیاں سنت مطہرہ کے مطابق تھیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں مقامات عالیہ نصیب فرمائے اور ہم کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

یادوں کے دریچے سے

اسلامی صداقت و جلال کی برہنہ شمشیر

غیور عالم دین ✿ عظیم سیاستدان

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی

ازقلم: عبدالرشید انصاری

"اگر روحیں منتقل ہو سکتی ہیں تو پھر آج میں کہتا ہوں کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، رشید احمد گنگوہیؒ حسین احمد مدنیؒ اور امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی ارواح مقدسہ مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا مفتی محمودؒ میں منتقل ہوگئی ہیں۔" کچھ ایسے ہی الفاظ تھے جو برصغیر کے نامور خطیب و ادیب مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیری مرحوم و مغفور نے ۱۹۶۸ء میں موچی دروازہ لاہور کے باہر منعقدہ جمیعۃ علماء اسلام کی سہ روزہ تاریخی کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہے تھے۔ کانفرنس کے اس سے پہلے اجلاس میں جمیعۃ کے جنرل سیکرٹری حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے اختلافات کے باوجود آغا شورش کے ہفتہ وار چٹان کے ڈیکلریشن کی بحالی اور چٹان پریس کی واپسی کا پرزور مطالبہ کیا تھا اور ایوب حکومت کے اس اقدام پر نہایت سخت الفاظ میں احتجاج کیا تھا۔ حکومت کی یہ کاروائی آغا شورش مرحوم کے منکرین ختم نبوت سے متعلق "الحمد للہ" کے زیرعنوان ایک ادارتی نوٹ لکھنے پر عمل میں آئی تھی۔ سرکاری اور عوامی حلقوں میں یہ توقع نہ تھی کہ علماء کرام کی یہ کانفرنس آغا شورش کاشمیری کی حمایت کرے گی۔ کیونکہ شورشؒ ان دنوں علماء کے ایک مخالف کیمپ میں جا چکے تھے۔ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی تحریریں اور تقریریں ان کے قلم کا ہدف خاص رہتی تھیں۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی دوسرا تھا یہ تو وہ برگزیدہ لوگ تھے جو دین کی آن پر جان دیا کرتے ہیں یہ اسلام کے شجر طیبہ کی پربہار مختلف ٹہنیاں اور شاخیں تھیں یہ ایمان کے چمنستان کے وہ مہکتے مسکراتے پھول تھے جن کی رنگتیں اور رعنائیاں جدا جدا تھیں۔ ان کے گناہوں کی بخشش کے لیے بارگاہ ذوالجلال والاکرام میں اتنی ہی بات کافی ہوجائے گی کہ وہ رحمت عالمیاں صفوت آدمیاں تتمۂ دور زماں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تاج و تخت ختم نبوت کی حفاظتی جدوجہد میں کوچۂ حریف میں بھی سر کے بل چلے گئے۔ عیب یا کمزوری سے پاک تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بلند و بالا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور اپنی مخلوق کی خدمت کے لیے چن لیا تھا۔ ان کی زندگیاں دین اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے وقف تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دین کو دنیوی مفادات پا لینے کا ذریعہ نہیں بنایا وہ موسمی جلسے یا فصلی تقاریر نہیں کرتے تھے ان کی تقریریں بازاری جنس کے مانند فروخت نہیں ہوتی تھیں کیونکہ راستبازی اور بروقت صدق گوئی ان کا طرۂ امتیاز تھا، جب وہ جلسوں اور مجمعوں کے روبرو ہوتے تو کج کلاہوں دنیا کے بڑوں اور دولت و اقتدار کے نشہ میں غرق ستم شعاروں کا غرور اور دبدبہ ان کے

جوتے کی نوک پر ہوتا، ظلم سے مصالحت ان کے مذہب میں کفر کا دوسرا نام تھا، برسرمیدان ان کی للکار سے طاغوت لرزہ براندام ہوتے ایوان ہائے باطل میں زلزلہ آجاتا اور... پھر...... ان کے لیے اپنے ہی وطن کی جیلوں کے دروازے کھل جاتے۔

شورش کاشمیریؒ کی گرفتاری

لاہور کی اسی تاریخی کانفرنس میں آغا شورش نے منکرین عقیدۂ ختم نبوت کو وطن و ملت کا دشمن قرار دیا، برطانوی سامراج کی خود کاشتہ نبوت کے متعلق حضرت علامہ اقبالؒ کی تصنیفات سے اقتباسات پڑھ کر سنائے اور کہا۔

؎ وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگ حشیش
جس نبوت میں نہ ہو قوت و شوکت کا پیام

بس پھر کیا تھا کہ صبح ہوتے ہی سرکاری میزبان اور شورش مہمان قرار پائے۔ ان کا ہفت روزہ چٹان اور چٹان پریس جرم حق پرستی میں پہلے ہی ضبط ہو چکے تھے ابھی ایک دن پہلے تک آغا شورشؒ اپنی چٹان کا مقابلہ مولانا ہزارویؒ کی سلاجیت سے کر رہے تھے اور آج مسئلہ دین کی آبرو کا ہے ناموس ختم نبوت کا ہے تو شورش سب کچھ لٹا کر پس دیوار زنداں چلے گئے اور مولانا ہزارویؒ کی جمیعۃ علماء اسلام جسے مخالف گروپ نے ہزاروی گروپ کا نام بھی دے رکھا تھا ملک بھر میں سراپا احتجاج بن گئی کراچی میں آغا عبدالکریم شورش کاشمیری نے بھوک ہڑتال کر دی حکومت اور عوام کے درمیان فضا کشیدہ سے کشیدہ تر ہوتی گئی۔

شیرانوالہ باغ میں روزہ دار نمازیوں پر لاٹھی چارج

باغ بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور میں جمعۃ الوداع کے موقعہ پر ایک اتنا زور دار دھماکہ ہوا کہ اس نے ایوبی قصر اقتدار میں دراڑیں ڈال دیں کہ وہ بالآخر زمین بوس ہوگیا۔ اسی روز پورے ملک میں جمیعۃ علماء اسلام نے اسلامی نظام کی حمایت میں ظالمانہ آمرانہ اقدامات پر احتجاج کے لیے عام مظاہروں کا انعقاد کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۶۸ء میں باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں منعقدہ علماء کی عظیم الشان کانفرنس اور جمعۃ الوداع کے یہ واقعات صدر ایوب کے دس سالہ مضبوط دور اقتدار کے خاتمے کے

اسکول میں نمایاں کامیابی حاصل کی تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ انہیں پشاور کے کالج میں داخل کروا دیا جائے مگر نیک دل والدنے غلام غوث کو دارالعلوم دیوبند بھجوا دیا کیونکہ انہیں سرکار برطانیہ کی غلامی کے لئے نہیں سرکار مدینہؐ کے غلاموں کی پیروی اصحابؓ رسولؐ کی عظمتوں کا چوکیدار اور دین اسلام کا مبلغ و مجاہد بنانے کے لئے پیدا کیا تھا۔

لیے کافی ہو گئے۔ اس دن دوسرے شہروں کے علاوہ لاہور میں جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کرتے ہوئے روزہ داروں پر لاٹھی چارج کیا۔ اور ڈی ایس پی چیمہ نے محض اپنے نمبر بڑھانے کے لیے بذات خود حضرت مولانا عبید اللہ انور کو تشدد کا نشانہ بنایا ان کے پیٹ پر اپنے بوٹوں کے ٹھڈے مارے محبت و انکسار، الفت و جانثاری کا وہ پیکر مجسم جس نے گالیاں دینے والوں کو بھی کبھی پھول تک نہ مارا۔ اس کے شب زندہ دار وجود پر پولیس کی لاٹھیوں نے اپنا زور توڑ دیا جسم لہو لہان ہو گیا، کمر کی ہڈیاں سولہ، سترہ سال بعد آج بھی مولانا انور کو اس تشدد بار دن کی یاد دلاتی رہتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ سلسلۂ ولی اللہی اور جماعت مجاہدین و شہدائے بالاکوٹ کے اس مایہ ناز سپوت کے پائے استقلال میں سرِ مُو لرزش آئی ہو۔ مولانا شدید زخمی ہوئے اور اسی حال میں ان کے بیسیوں رفقاء سمیت پولیس انہیں اپنے ٹرک میں ڈال کر لے گئی۔

صدر ایوب کی معذرت

اس واقعہ نے حکومت کے خلاف سلگتی چنگاریوں کو شعلہ جوالا بنا دیا۔ ملک میں شور اٹھا مشرقی اور مغربی پورے پاکستان میں مذہبی سیاسی، سماجی اور محنت کش تنظیموں اور ہر مکتبہ فکر کی سربر آوردہ شخصیات نے پُرتشدد آمرانہ سرکاری کاروائی کی مذمت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی۔ صدر ایوب مرحوم نے ماہانہ نشری تقریر میں علماء سے معافی مانگی مگر پانی سر سے گذر چکا تھا۔

آغا شورش کی رہائی اور استقبال

کراچی سے آغا شورش رہا ہو کر لاہور پہنچے تو راستہ میں اور لاہور ریلوے اسٹیشن پر مولانا ہزاروی کی اسی جمیعتہ نے ان کا شایان شان استقبال کیا۔ شورش جب تک پابند سلاسل رہے مولانا غلام غوث ہزاروی اور ان کی جماعت کے ہر مقرر کی تقاریر آغا شورش کی تائید و حمایت ہی پر اختتام پذیر ہوتی رہیں۔ حالانکہ آغا شورش اس سے پہلے مولانا ہزاروی اور ان کی جمیعت کے بڑے مخالف گروہ کا اہم حفاظتی اور دفاعی حصار بنے ہوئے تھے۔ لاہور پہنچ کر دوسرے روز بیرون موچی دروازہ کو جلسہ گاہ میں انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کو آغا شورش نے خطاب کیا۔ اور اس جلسہ کی کرسی صدارت پر غالباً مولانا غلام غوث ہزاروی خود تشریف فرما تھے۔ جلسہ گاہ میں جمیعت کے دھاری دار

ایمان کی دولت اور
دین کی خدمت کو
دنیا بھر کی آسائشوں
اور دولتوں سے
مقدم اور قیمتی
جانتا ہوں۔ بھلا
ایمان کی دولت
کی ریس ہو سکتی ہے؟
(مولانا غلام غوث ہزاروی رح)

پرچم لہرا رہے تھے۔ جس جرم حق نوائی میں شورش گرفتار ہوئے تھے انہوں نے پھر اسی کا ارتکاب کیا جس پلیٹ فارم کی تابندہ روایات نے انہیں جیل بھجوایا تھا اسی کی جدوجہد سے آج وہ پھر پروانگان شمع ختم نبوت کے سامنے حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی پر اپنے اور پوری امت مسلمہ کے غیر متزلزل ایمان کا اعلان کر رہے تھے۔

مغربی پاکستان اسمبلی میں
صاعقۂ حق کی للکار!
جناب! یہ شریعت ہے
بچوں کا کھیل نہیں
یہ چھری چھپے دنیا پر
غالب نہیں آئی۔
میدان میں بحث
کر کے باطل پر غالب
آئی ہے
(مولانا ہزاروی رح)

اکابر علماء کو شورش کاشمیری رح کا خراج تحسین

ظلم و ناانصافی کے خلاف مولانا غلام غوث ہزاروی رح، حضرت مفتی محمود رح حضرت مولانا عبید اللہ انور اور ان کے ہزاروں ساتھی علماء کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آغا شورش کاشمیری رح نے اپنی پر وقار اور گرجدار آواز میں فرمایا "میں نے بھوک ہڑتال کر رکھی تھی، زندگی اور موت کی کشمکش جاری تھی، میں نے اخبار میں خبر دیکھی کہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رح کے بیٹے اور جانشین مولانا عبید اللہ انور اور بے گناہ نمازیوں پر پولیس نے لاٹھیاں برسائی ہیں...... میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، میں نے یوں محسوس کیا جیسے قیامت گھونگھٹ اٹھا کر سامنے آگئی ہے۔ میں موت کے دروازے پر دستک دے رہا تھا اور ان علماء حق کی دعائیں میرا تعاقب کر رہی تھیں، میں واپس آ گیا اور حکومت موت کے دروازے میں داخل ہو گئی۔

کاروان صدق و خلوص

جناب آغا شورش کاشمیری رح اور ان کا ممدوح اہل حق کا یہ کاروان صدق و خلوص نیکیوں کا رخت سفر باندھ کر تقریباً پورے کا پورا اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ مولانا محمد علی جالندھری رح، ماسٹر تاج الدین انصاری رح، قاضی احسان احمد شجاع آبادی رح، شیخ حسام الدین رح، مولانا لال حسین اختر رح، فاتح قادیان مولانا محمد حیات رح، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رح، قطب عالم شاہ عبد القادر رائپوری رح، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رح، ضیغم اسلام مجاہد دین وملت مولانا غلام غوث ہزاروی رح، مولانا عبید اللہ احرار رح اور مولانا تاج محمود رح سبھی چلے گئے، دیکھنے کے لئے بھی کوئی چہرہ نہ رہا کہ آنکھیں ٹھنڈی ہوں، قیامت تک کے لیے خاک کی چادر اوڑھ کر سب لمبی نیند سو گئے۔

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

مگر اب دور و نزدیک یہاں کہیں ان سے کبھی نہ مل سکو گے ہاں البتہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی قطار میں جنت کے دروازے پر ملاقات ہو سکتی ہے۔ ملنا چاہتے ہو تو انہی کی راہ پر چل نکلو...... لیکن خبردار! اس راہ میں اپنے بیگانے ہو جاتے ہیں، عیش کوشی چھوڑ کر سرفروشی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ ارباب سیم و زر دُور اپنی راہ لیتے ہیں۔ ظلم و جبر کے سب عفریت منہ کھولے مد مقابل آ کھڑے ہوتے ہیں، اپنوں کے طعنے اور مخالفوں کی گالیاں سننا پڑتی ہیں، بغیر فیس کے وعظ کہنا ہوتا ہے۔ جانِ من! ان رہروان حب و وفا کی پیروی بڑی صبر آزما ہے اس راہ عشق و صداقت میں محبوب حقیقی کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دروازۂ رقیب پر بھی جانا گوارا کیا جاتا

ہے آسائشوں اور راحتوں سے دست کش ہو کر منصب و مال سے محروم ہونا پڑتا ہے، سنگباری ہوتی ہے، خون بہتا ہے دار و رسن کو وصال محبوب کے لیے پھولوں کی سیج یقین کر کے چومنا ضروری قرار پاتا ہے اس لیے کہ:

ؔ ترک مال و ترک جان و ترک سر
در طریق عشق اول منزل است

دل پر ہاتھ رکھ کر ذرا سوچو! حوصلہ اور ہمت ہے؟ — اگر نہیں تو ان قدسی نفوس ہستیوں سے محبت کا دعویٰ نہ کرنا۔ یہ لوگ رخصت ہوئے۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ اُن اسلاف کی آخری نشانیوں میں سے ایک تھے۔ ان کی بے تکلف زبان سے ایک بات نکل گئی تھی شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس عمر تک زندہ رکھا ہوا تھا۔ قریباً پندرہ سال پہلے پنجاب کے شہر جھنگ صدر میں ایک بڑے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے تقریر کے اختتام پر فرمایا" آج دوپہر بھی تقریر کی، صبح بھی پروگرام تھا، شام کو علماء کی ایک میٹنگ تھی اور اب پھر تقریر ہوئی بوڑھا ہو گیا ہوں تھک جاتا ہوں، مودودیئے سمجھتے ہیں مرجائے گا جان چھوٹے گی، ایسے نہیں مروں گا! مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔ تمہارا گرو گھنٹال پہلے مرے گا میں انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں مروں گا۔"

علامہ اقبالؒ نے خوب اور درست فرمایا تھا۔

ؔ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

مولانا ہزارویؒ سے میری آخری ملاقات کراچی میں ان کی وفات سے قریباً ایک سال قبل محترم بشیر رانا کے دولتکدے پر ہوئی تھی۔ کمزور و نحیف دبلا پتلا جسم، طرہ و کلاہ کے بغیر سادہ سفید پگڑی، دودھ سے دھلی داڑھی نبیکی کے نور میں منور چاک و چوبند چہرہ پچھتر سالہ بڑھاپے کے باوصف آواز میں ایمان کی بدولت جوانی کا دم خم — میں نے عرض کیا" حضرت اب تو آپ واقعی کمزور ہو گئے ہیں — فرمایا" ہاں جی! کمزور ہو گیا ہوں، بس سامراجی گماشتوں کے سرغنہ دشمن اصحاب رسول کی موت دیکھنے کے لیے زندہ ہوں۔ بات میں بلا کا اعتماد تھا۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اہل جنت سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کمزور، حقیر، ضعیف مسلمان جنتی ہے اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کو سچا کر دے۔"

(بخاری مسلم)

حضرت مولانا ہزاروی نور اللہ مرقدہٗ نے قسم تو نہیں کھائی تھی مگر اپنے رب پر کامل ایمان کے ساتھ بات کہی تھی دنیا نے دیکھا کہ اللہ رب العزت نے اپنے دین کے سچے خادم اس بندے کی بات کو پورا کر دیا۔ وہ جس علاقے میں پیدا ہوئے اسی میں فوت ہوئے اور اسی خطۂ ارضی میں مدفون ہوئے۔ ایسا نہیں ہوا کہ پیدا ہوئے دہلی میں، رہے حیدر آباد دکن میں، مرے امریکہ میں اور دفن ہوئے پاکستان میں۔ یہ بجا ہے کہ مولد، مسکن اور مدفن کا محل انسان خود متعین نہیں کرتا اور

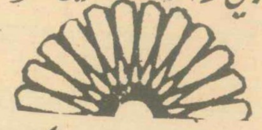
سابق صوبہ سرحد میں علماء نے شریعت بل پاس کروا کر عورتوں کو وراثت دلوائی۔ اس تحریک میں کلاچی کے ایک عالم دین بھی شہید ہوگئے۔

یہ بات بھی درست ہے کہ:

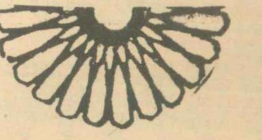
ؔ قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو کوئی کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

سوانحی نقوش

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ۱۸۹۶ء میں صوبہ سرحد کے ضلع ہزارہ میں بفہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول سادہ اور مذہبی تھا قرآن کریم اور ابتدائی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے ۱۹۱۴ء میں اچھی پوزیشن پر مڈل پاس کیا تو لوگوں نے اور خود انسپکٹر تعلیمات نے غلام غوث کے نیک دل والد سے کہا اپنے ذہین و فطین فرزند ارجمند کو پشاور کے کالج میں داخل کروا دو مگر قدرت نے غلام غوث کو سرکار برطانیہ کی نوکری کیلئے نہیں سرکار مدینہ کے غلاموں کی پیروی اصحاب رسول کی عظمتوں کا چوکیدار اور دین اسلام کا مبلغ و مجاہد بنانے کے لیے پیدا کیا تھا اس لیے آپ کے والد گرامی نے پشاور کالج کے بجائے دینی علوم کی تحصیل کے لیے دیوبند کے دارالعلوم بھیج دیا۔ مولانا کو اپنے اس نصیبے پر بڑا ناز تھا انتقال سے کچھ عرصہ پہلے کسی نے ان سے کہا۔ مولانا اگر آپ کو کالج میں بھیج دیا جاتا! فرمایا میں ایمان کی حفاظت اور دین کی خدمت کو دنیا کی آسائشوں اور دولتوں سے مقدم اور قیمتی جانتا ہوں بھلا ایمان کی دولت کی ریس ہو سکتی ہے؟ تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۹۲۲ء میں آپ دین کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو



۱۹۳۲ء میں انگریز حکومت کے خلاف باغیانہ تقریروں کی پاداش میں گرفتار تو پہلے ہی مرحلہ میں پورا ایک سال جیل میں رہے۔



گئے آغاز میں آپ نے ذاتی سرگرمیوں کو مذہبی اصلاحی کوششوں تک محدود رکھا۔ ۱۹۳۰ء سے باقاعدہ برطانوی سامراج کے خلاف وطن و اہل وطن کی آزادی کے لیے سینہ سپر ہو گئے اور خدائی خدمتگار تحریک میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۳۲ء میں انگریز حکومت نے باغیانہ تقریروں کی بنا پر گرفتار کر لیا اور پہلے ہی مرحلہ میں پورا سال جیل میں رہے۔ شریعت کانفرنس ۱۹۳۴ء منعقدہ پشاور کے اہتمام میں جوش و خروش سے حصہ لیا۔ اس کے بعد مجلس احرار کا قیام عمل میں آیا تو اس میں شامل ہو گئے اور سیالکوٹ میں منعقد ہونے والی آل انڈیا کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ بعد ازاں اکابرین قافلہ حریت کے دوش بدوش آزادی کی جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ خاص صوبہ سرحد میں فتنہ مرزائیت کے سدباب کے لیے حضرت مولانا ہزارویؒ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ ضرورت ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت اس عہد کے بزرگوں کی خدمات کو مدون کر کے الگ الگ شائع کرے۔

برصغیر میں ہندو مسلم مشترکہ جماعت کانگرس کے بھی آپ ممبر رہے مگر ۱۹۳۸ء میں کانگرس سے علیحدہ ہو گئے اور قیام پاکستان تک جمیعت علماء ہند میں کام کرتے رہے۔ دوسری جنگ عظیم کے موقع پر انگریزی فوج میں بھرتی ہونے سے لوگوں کو روکنے کے لیے آپ نے سول نافرمانی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور قید و بند کی صعوبتیں جھلیں۔

جمیعۃ علماء اسلام کا قیام

قیام پاکستان کے بعد دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء (مسلم لیگی اور غیر مسلم لیگی) ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے۔ جمعیت علماء اسلام کی داغ بیل ڈالی گئی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے وصال کے بعد جمعیت کے کام میں سستی آگئی تو ۱۹۵۶ء میں نئے انتخاب و انتظام کے ساتھ جمعیت علماء اسلام کے کام کا آغاز اس شان سے ہوا کہ ولی کامل عارف حق شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ امیر، اور ...... اسلام کی برہنہ شمشیر مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ مولانا ہزاروی کی انتھک تنظیمی جدوجہد سے صرف دو سال کے عرصے میں پاکستان کے دور دراز علاقوں تک جمعیت کی تقریباً اڑھائی ہزار شاخیں قائم ہو گئیں اور دینی حلقوں میں اسلامی شعور کی بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور دوسرے زعماء تحریک کے دوش بدوش انہوں نے گرانقدر قائدانہ مدبرانہ ذمہ داریاں نبھائیں اور عزت وناموس تاج وتخت ختم نبوت کے لیے گوناں گوں مصائب ومشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔

نظام العلماء کا قیام

۱۹۵۸ء میں سیاسی پارٹیوں پر پابندی عائد ہو جانے کے بعد "نظام العلماء" کی تنظیم قائم کی اور لاہور میں حضرت شیخ التفسیر کے زیر صدارت وامارت

> یہ چارسو یا دو ہزار
>
> بے پردہ عورتیں
>
> دو کروڑ باپردہ عورتوں
>
> کی نمائندہ نہیں
>
> ہوسکتیں
>
> (مولانا ہزارویؒ)

ملک بھر کے پانچ سو جید علماء کو جمع کرکے عائلی قوانین کی تنسیخ کا حکومت سے مطالبہ کیا۔ حالانکہ اس دور میں حکومت کے کسی اقدام کے بارے میں لب کشائی کرنا ہی مارشل لائی غیض وغضب کو دعوت دینا تھا۔

مغربی پاکستان اسمبلی میں رکنیت

۱۹۶۲ء میں فیلڈ مارشل ایوب خان نے بی ڈی سسٹم کی بنیاد پر اسمبلیوں کے انتخابات کروائے تو اپنے علاقہ میں بے پناہ عوامی مقبولیت کے ساتھ بڑے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو شکست فاش دے کر ایم پی اے منتخب ہوئے۔

۱۹۶۲ء میں حضرت مفتی محمودؒ کا ایم این اے اور مولانا ہزارویؒ کا ایم پی اے منتخب ہو جانا دراصل پاکستانی سیاست میں حریت پسند طبقہ علماء کے عملاً داخلے کا نقطۂ آغاز تھا۔ چنانچہ اس کے بعد مولانا ہزارویؒ پاکستان کے صف اول کے سیاستدانوں اور مذہبی رہنماؤں میں شمار ہونے لگے۔ اگرچہ آپ کی شخصیت پہلے بھی غیر متعارف تو نہ تھی مگر جب منبر ومحراب کے علاوہ سرکاری ایوان میں بھی اسلام، علماء اسلام اور پوری پاکستانی قوم کے جذبات و احساسات کی ترجمانی اور نمائندگی کا حق ادا کیا تو وہ پاکستان کے مطلع سیاست پر آفتاب کی مانند جلوہ افروز ہوئے۔

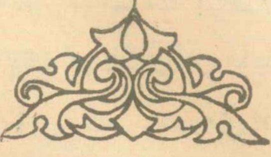
عالم اسلام کی مشکلات کے بارے میں مولانا کا نظریہ

مولانا غلام غوث ہزارویؒ ان اسلاف کی تابندہ روایات کے امین تھے جنہوں نے مدرسہ وخانقاہ میں بوریانشیں ہوتے ہوئے غیر ملکی برطانوی استبداد و اقتدار سے ٹکرلی وہ صوبہ

سرحد میں، پنجاب کے حبیب الرحمن لدھیانویؒ اور مجلس احرار وجمیعت علماء میں مسلم لیگ کے حسرت موہانیؒ تھے وہ کسی کے دوست تھے تو خدا کے لیے دشمن تھے تو خدا کو راضی کرنے کے لیے یعنی الحب للّٰہ والبغض للّٰہ کی چلتی پھرتی تصویر اور عالم باعمل تھے۔ مولانا ہزارویؒ کا نظریہ تھا کہ عالم اسلام کے تمام مسائل مغربی استعمار اور امریکی صیہونی سامراج کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے جس ذات یا جماعت میں اور جس گوشہ میں بھی یہود ونصاریٰ کی پالیسیوں کے لیے کچھ بھی نرمی نظر آئے وہ اس کے لیے برق تپاں بن جاتے۔

صوبائی اسمبلی میں تنسیخ عائلی قوانین کی قرارداد

یوں تو تحریک ختم نبوت ہو یا آزادی کی جنگ ناموس اصحاب رسول کا مسئلہ ہو یا مفلس ومفلوک الحال محنت کش ستم رسیدہ انسانوں کے حقوق کی مہم مولانا غلام غوث ہزارویؒ ہر محاذ پر صف اول میں سینہ تانے دکھائی دیتے ہیں مگر برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں وہ دن یادگار رہے گا جب مغربی پاکستان اسمبلی میں آپ کی صرف دس بارہ منٹ کی تندوتیز تقریر کے نتیجے میں عائلی قوانین کی منسوخی کی سفارش کرنے کی قرارداد بھاری اکثریت سے منظور کرلی گئی۔ تقریباً دو سو سال کے بعد برصغیر کے کسی سرکاری ایوان میں شریعت اسلامیہ کو پہلی بار کامیابی ہوئی اور اس کامیابی کا سہرا بجا طور پر اسلام کی بوریانشین



> عورتوں کو جتنے بھی
>
> حقوق ملیں ہمیں
>
> اختلاف نہیں مگر
>
> شریعت پائمال
>
> نہیں ہونی چاہئیے۔



اور زہد و اتقا کی دولت سے مالا مال سپاہ کے بوڑھے جرنیل مولانا غلام غوث ہزاروی کے سر جلوہ فگن ہوا۔ حضرت مولانا ہزارویؒ کی علمی عملی اور خوف ولالچ سے بے نیاز اسلامی غیرت وحمیت کی حامل مجاہدانہ شخصیت کا پورا عکس ۳ جولائی ۱۹۶۴ء کے روز مغربی پاکستان اسمبلی کی کاروائی میں بخوبی نظر آتا ہے، ضرورت ہے کہ اس سنہرے تاریخی واقعہ کو نہایت اختصار کے ساتھ یہاں نقل کیا جائے۔

عائلی قوانین اور ۱۹۶۴ء میں عوامی ردعمل

اس ایمان افروز اور انقلاب خیز دور کو سامنے لائیے کہ فیلڈ مارشل سابق صدر ایوب خان عائلی قوانین کو اقتدار کی طاقت سے نافذ رکھنا چاہتے ہیں سرکاری ذرائع ابلاغ پر مغرب زدہ "روشن خیال" وظیفہ خوروں کا مکمل قبضہ ہے اور عائلی قوانین کو عین اسلام قرار دیا جا رہا ہے اور دوسری جانب دین اسلام کے ان دیوانوں کی جمیعۃ ہے جنہوں نے مداخلت فی الدین کی ہر کوشش کا مقابلہ کرنے کا اپنے خدا سے عہد باندھا ہوا ہے۔ اور پورے ملک کی مساجد میں نماز جمعہ کے اجتماعات یا دینی مدارس کے جلسوں کے ذریعہ عوام سے رابطہ قائم کرکے ان کے سامنے دجل وفریب کا پردہ چاک کر دیا ہے یہاں مجھے یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس خالص مذہبی اور دینی جدوجہد سے ملک کے کسی بڑے صنعت کار تاجر یا جاگیردار کو قطعاً دلچسپی نہ تھی اور جمیعت کی صفوں میں تمام مخلص اور عام لوگ تھے مغربی پاکستان اسمبلی میں مذہبی اور سیاسی طور پر مولانا غلام غوث ہزاروی کی مخالف جماعت

کے اس وقت ... کے رکن راؤ خورشید علی خان عائلی قوانین کو منسوخ کرنے کی سفارش کے لیے قرارداد پیش کرتے تھے۔ ایوان میں حکومت کو واضح اکثریت حاصل ہے کئی دن سے اس اہم دینی اور قومی مسئلہ پر بحث جاری ہے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۶۴ء کا دن فیصلہ کن ہے۔ سینئر ڈپٹی سپیکر نے سرکاری ممبران کو تقاریر کے لیے کافی وقت دیا۔ میاں عبداللطیف، صاحبزادی محمودہ بیگم اور بیگم اشرف عباسی نے کھل کر اپنے دلائل پیش کیے ہیں۔ ہر طریقے سے علماء کو تاڑا گیا۔ یہاں تک کہا گیا کہ امام احمد بن حنبلؒ ایسے آئمہ دین کے خلاف فتوے علماء نے دئے تھے۔ اس کے بعد مولانا ہزارویؒ کو تقریر کی اجازت دی گئی مگر صرف پانچ منٹ ..... تو اس مرد قلندر نے کہا،

"جناب سپیکر! اگر مخالف شریعت کو آدھ گھنٹہ مل سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ میں شریعت کی حمایت کروں اور مجھے پانچ منٹ ملیں۔ یہ بڑا ظلم ہے۔ میں واک آؤٹ کر جاؤں گا۔ جب آپ نے ایوان کو ان کے دلائل سنوائے۔ اور کفر کی باتیں سنوائی ہیں تو ذرا میری بات بھی سنیں اور سنوائیں۔ اس پر جواب ملا" آپ ضرور سنائیں گے۔ آپ کو بجائے پانچ منٹ کے دس منٹ ملیں گے اس سے زیادہ وقت نہیں ملے گا۔

مولانا نے مزید وقت کے مطالبے کے ساتھ تقریر کا آغاز کرنے کے بعد فرمایا" ہر فن اور شعبہ کے لیے ماہرین فن کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے ہماری حکومت کے ہر محکمہ کے لیے ماہرین فن کا کمیشن مقرر کیا ہے، لیکن افسوس ہے کہ جب شرعی احکام طے کرنے کا وقت آیا تو وہ لوگ مقرر ہوئے جن کو قطعاً شریعت کا ماہر نہیں کہا جا سکتا" مولانا نے فرمایا" جناب! یہ شریعت ہے بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ چوری چھپے دنیا پر غالب نہیں آئی۔ یہ میدان میں بحث کر کے کفر اور باطل پر غالب آئی ہے۔ جناب والا! اگر کسی کو اس سلسلے میں بحث کی ضرورت ہے تو میں آپ کو ثالث مقرر کر کے تمام دلائل اور پوائنٹس پر بحث کرنے کو تیار ہوں اس کھلے چیلنج کے بعد مولانا نے عائلی قوانین کے مصنفین کو دین سے جاہل قرار دیتے ہوئے کہا ان کا کوئی "حرف" شریعت کے مطابق نہیں ہے (اس پر ایک خاتون رکن کو غصہ آیا تو) مولانا نے فرمایا: آپ ذرا سینہ تھام کر سنیں!۔ مسٹر احمد سعید کرمانی: پوائنٹ آف آرڈر۔ مولانا کو "سینہ تھام کر" کے الفاظ واپس لینے چاہئیں۔ (ایوان میں آوازیں: نہیں نہیں! یہ الفاظ غیر پارلیمانی نہیں ہیں) مولانا غلام غوث ہزاروی: میرا ارادہ "کلیجہ تھام کر" کہنے کا تھا" سینہ تھام کر" بولنے سے قطعاً کوئی خیال نہ تھا یہ تو آپ نے مجھے متوجہ کیا ہے۔

علماء حق کا دفاع

عائلی قوانین کے خلاف اسلام ہونے پر دلائل دیتے کے بعد آپ نے فرمایا" جناب والا! میں عرض کروں گا، میرے دوست نے بیان کیا کہ حضرت امام بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے لگوائے گئے، جیل میں ڈالا گیا اس لیے کہ مولوی نے فتوے دیئے۔ افسوس ہے اور اس غلط بیانی پر انہیں شرم آنی چاہئے، کیا سارے علماء ان کے ساتھ نہ تھے؟ یہ برسراقتدار طبقہ ملحد و بدعقیدہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے خلق قرآن کا مسئلہ اٹھایا اور کہا کہ قرآن مخلوق ہے۔ علماء نے مخالفت کی اور علماء کے سربراہ امام احمد بن حنبلؒ تھے۔ جن کو جیل میں ڈالا گیا اور کوڑے لگائے گئے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ گوالیار کی جیل میں گئے، امام احمد بن حنبل نے کوڑے کھائے، لیکن حق کہا، سارے علماء کی نمائندگی کی، کسی عالم نے ان کے خلاف فتویٰ نہیں دیا۔ یہ حضرات تو خود علماء کے نمائندے تھے"۔

اس کے بعد مولانا کے دلائل جاری

(باقی ۹ پر)